بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ گولڈن رول یعنی قاعدہ کلیہ جو آب زر سے لکھنے کی لائق ہے آپ سب صاحبوں نے سنا تو ہوگا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر اسکو کیونکر عمل میں لایا جائے۔ مکان تو انجمن حمایت اسلام کا مکان ہے۔ اور وقت اُس کا سالانہ جلسہ تو جو کچھ کہا جائے ضرور ہے کہ اس مکان اور اس وقت کے مناسب ہو یعنی ہر ایک بات سے اسلام کی حمایۃ نکلے لیکن اسلام کی حمایۃ کے پیرائے ہیں مختلف۔ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون[1] اُس وقت اسلام کو فوجی قوۃ کی ضرورۃ تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُسکی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون[2]۔

ابھی دو دن لکچر دیتے ہوئے نہیں گزرے کہ میں لگا عربی بگھارنے۔ یہ دقت مجھکو ہر جگہ اور ہمیشہ پیش آتی ہے۔ کیا کیا جائے کہ یہی ٹوٹی پھوٹی عربی تو اپنی ساری عمر کا سرمایہ ٹھیری۔ اور لکچر دینے پڑتے ہیں اسلام پر مسلمانوں کی تعلیم پر مسلمانوں کی انجمنوں پر۔ تو چار و ناچار قرآن و حدیث سے استشہاد کرنا ہوتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ پہلے عربی پڑھوں پھر اُسکا ترجمہ کروں ٭

---

[1] کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو مونہ سے پھونک مار کر بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا ہی کر کے رہے گا۔ اس میں کافروں کو برا لگے تو لگے ۱۲

[2] اور کافروں کے مقابلے کے لیے جہاں تک تم سے ہو سکے زور بہم پہنچاؤ اور گھوڑے باندھو کہ ایسا کرو گے تو دشمنان خدا اور تمہارے دشمن اور ان کے سوا دوسرے مخالف جن کو تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے تم سے ڈریں گے اور جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے قیامت کے دن تمکو پورا پورا بھر دیا جائیگا اور کسی طرح تمہاری حق تلفی نہ ہوگی ۱۲

اس پر مجھکو اسد اللہ خاں غالب یاد آگئے۔ کہ وہ بڑے مشکل گو شاعر تھے۔ وہ ابتدا میں فارسی کہا کرتے تھے بلکہ فارسی بھی نہیں پارسی اور پارسی بھی ناآمیختہ تیاری۔ اسپر انوکھے استعارات اچھوتی تشبیہات لفظی تعقیدات تو ان کا کلام مشکل ہوا ہی چاہے۔ کوئی شخص کہتا تھا کہ ایک مرتبہ اُن ہی کے شعر کے اُن سے معنی پوچھے تو کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا بھئی اس وقت تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہا تھا۔ ان کو اپنی فارسی پر بڑا ناز تھا اور ریختہ گوئی کو بہت مبتذل اور دون مرتبہ سمجھتے تھے چنانچہ ایک ریختہ گو معاصر کی طرف اشارہ کرکے ایک قصیدے میں تعریضاً فرماتے ہیں ع انچہ فخر تست ز گفتار آں ننگ من ست ۔ لیکن انگریزی عملداری کی وجہ سے جو انقلاب عظیم واقع ہونے والا تھا اُسکی صبح نمودار ہو چکی تھی اور زمانہ کہہ رہا تھا کہ مرزا صاحب اس بساط کو تہ کیجیے۔ کہ زبان فارسی نہ تو ہندوستان کی ملکی زبان ہے اور نہ اس میں علوم ہیں۔ کیوں آپ اسکے پیچھے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے لوگ کچھ مستقل مزاج بھی زیادہ ہوتے تھے مرزا صاحب مدتوں تک اسی فارسی کو پکڑے رہے۔ مگر زمانے کے ساتھ کسی کی ضد کیا چلے۔ خاص کر شاعری تو پیٹ بھرے کے شغلے ہیں۔ اُسوقت جیسا کچھ شاہی دربار تھا وہاں ریختے ہی کی قدر تھی۔ ناچار مرزا صاحب نے بھی بادل ناخواستہ ریختے کا موئنہ چڑانا شروع کیا۔ میں صرف نمونے کے طور پر اُنکے اُسوقت کے چند شعر پڑھتا ہوں۔ اشعار

عرضِ نازِ شوخیِ دنداں برائے خندہ ہے ۔۔۔ دعوئ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہے

ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل ۔۔۔ یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے

کلفتِ افسردگی کو عیشِ بیتابی حرام ۔۔۔ ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

ایک اور تاکہ یہ خیال نہ ہو کہ میں قصداً اتفاقی بندشوں کو چھانٹ کر لایا ہوں +

لبِ خشک در تشنگی مردگاں کا ۔۔۔ زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی ۔۔۔ میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا

مرزا صاحب کی شاعری اس بات کا نمونہ ہے کہ زمانہ کیونکر اپنی جنتری میں سے لوگوں کو نکالتا ہے وہ مرزا جو ریختہ گوئی کو ننگ سمجھتے تھے آخر آخر اپنی اُردوے معلّی پر فخر کیا کرتے تھے مرزا کے موئنہ سے اردو اُسکے ساتھ معلّے کا لفظ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ خیر تو جن دنوں اُنکی مشکل گوئی کی مشق زوروں پر تھی اُسکے بارے میں فرماتے ہیں

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل ۔۔۔ سن سن کے اسے سخنورانِ کامل

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش ۔۔۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

قریب قریب ایسا ہی حال میرا ہے۔ لکچر دونگا تو عربی ضرور ہوگی سمجھو یا نہ سمجھو۔ مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ کبھی
عربی پڑھو تو وہ اُلٹا برا مانتے ہیں۔ کیوں جی آج کسی ادنے درجے کے حاکم کا سمن آتا ہے یا کوئی ادنے
درجے کا حاکم کسی کے مقدمے میں فیصلہ صادر کرتا ہے تو کوئی تم میں ایسا بیوقوف پڑا ہے کہ پڑھنا جانتا ہو اور
اُسکو نہ پڑھے یا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُسکو پڑھوا کر نہ سُنے۔ اور سمن اور فیصلے کو بھی چولہے میں ڈالو۔ کبھی تار آجاتا ہے
تو اُسکے پڑھنے اور پڑھوانے تک گھر کے سارے کام بند ہوجاتے ہیں۔ ایک پیسے کے کارڈ کی بھی کچھ حقیقت ہے بے
پڑھے نہیں رہا جاتا۔ لیکن قرآن احکم الحاکمین کا فرمان تیرہ سو برس کا آیا ہوا رکھا ہے اب تم اپنی جگہ سمجھ لو کس کس نے
پڑھا اور کس کس نے پڑھوا کر سُنا۔ اور اسپر اسلام کے لمبے چوڑے دعوے اور بڑے جوش و خروش۔ اور اگر کسی
مسلمان بھائی کا دل جلے ع دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ✦ اور وہ تمکو سختی سے
عربی کے پڑھنے کو کہے تو تم اُسکا مونہہ کسوٹنے کو موجود ہوجاؤ ✦

تم ہندو کیا خوش ہوئے۔ آخر ہو تو ایسی ہندوستان کے مسلمانوں نے عربی کی قدر نہ جانی تو تمنے سنسکرت
کی۔ اور افسوس ہے کہ دونوں زبانیں کلاسکل (ام الالسنہ) تھیں اور کلاسکل ہونے کے علاوہ غضب یہ ہے کہ مذہبی اب
حال یہ ہے کہ سنسکرت کے لیئے جرمن جاؤ اور عربی کے لیئے فرانس۔ اس سے بڑھکر بے عزتی اور مصیبت کی کوئی اور
بات بھی ہوسکتی ہے نتیجہ کیا ہے کہ ہندو اپنے وید سے بالکل بے خبر ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہونے والا ہے
کہ اگر عربی کی طرف سے یہی غفلت رہی تو اَلحَمدُ اور اَلحُمدُ پر لڑا کرینگے اور کوئی اتنا کہنے والا نہ ہوگا کہ صحیح لفظ اَلحَمدُ ہے
تم بوڑھے طوطے تو اب کیا پڑھ سکتے ہو لیکن اپنی نسلوں کو کیوں برباد کررہے ہو۔ اچھا بھائیو جو تمھاری سمجھ میں
آئے سو کرو۔ اپنا کام تو کہہ دینا ہے وہ بھی اس سبب سے کہ بُلا بُلا کر کہلواتے ہو۔ تمھارے سبب سے میں تو اپنی وضع کو
چھوڑنے والا نہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار سے نیست و نابود
کردینا چاہتے تھے اُسوقت اسلام کو فوجی قوۃ کی ضرورۃ تھی اور اسلام کی حمایۃ اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقۃ
سے اُسکی تائید کیجائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون
بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونھم لاتعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شئ فی سبیل اللہ یوف الیکم و
انتم لا تظلمون۔ میں اس آیۃ کے جزو اخیر کی طرف آپ صاحبوں کی توجہ کو زیادہ تر مصروف کرنا چاہتا ہوں جس
سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُسوقت جہاد ہی سبیل اللہ تھا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے یہی ایک معنی تھے
کہ جسکو جتنا مقدور ہو ساز و سامان حرب کے بہم پہنچانے میں خرچ کرے۔ ہتھیار خریدے اونٹ گھوڑے مول

جو مسلمان بھائی آپ جہاد کی طیاری نہیں کر سکتے اُنکے لیئے ضرورۃ کی چیزیں مہیا کر دے۔ چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فدک وغیرہ سے جو کچھ آپ کی ذاتی آمدنی ہوتی وہ اور جو کچھ مال غنیمت سے نیز زکوۃ و صدقات کا وصول ہوتا وہ سب اسی تجہیز جیش کی مد میں صرف فرمادیا کرتے تھے۔ زکوۃ و صدقات کا وصول ہونا سُن کر یہ خیال نہ کر لینا کہ پیغمبر صاحب ان رقموں میں سے کچھ اپنے خرچ میں لاتے ہونگے۔ حاشا وکلا۔ ان کو آپ فرماتے تھے لوگوں کے مال کا میل۔ اور زکوۃ و صدقات کو نہ صرف اپنے اور اپنی نسل کے لیئے حرام قطعی کر رکھا تھا بلکہ تمام بنی ہاشم یعنی اپنے جدی قرابتمندوں کے لیئے بھی۔ زکوۃ و صدقات کے مصرف معین تھے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم[1] وہ پکارے کہتے تھے لا اسالکم علیه اجرا (میں خدا کا حکم پہنچا دینے کے صلے میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں) تو کیونکر ہو سکتا تھا کہ زکوۃ و صدقات کو اپنی معاش کا ذریعہ قرار دیتے۔ یہی زکوۃ و صدقات ہیں یعنی لوگوں کے مالوں کے میل ہیں جنکو علماء اور مشائخ کے مذہبی گروہ نے اپنی وجہ معاش ٹھیرا رکھا ہے پیغمبر صاحب کا اس وراثت کو اپنے اور اپنی نسل اور اپنے قرابتمندان جدی پر نہایت مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے بند کر دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ اسمیں ہمکو پیغمبر صاحب کی صداقت اور راستبازی اور دیانت کی بڑی عمدہ اور مستحکم دلیل ملتی ہے اور بے چون و چرا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعوی رسالت کرنے میں انکی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بہرکیف زکوۃ و صدقات میں سے تو پیغمبر صاحب کبھی ایک کوڑی ایک حبہ اپنے صرف میں نہیں لائے۔ اپنی ذاتی آمدنی میں سے بھی صرف ضرورۃ کی قدر گھر کا خرچ نکال لیا کرتے تھے۔ سو کتنا خرچ برس بھر کا غلہ جو زمین میں پیدا ہوتا تھا وہ بھی اس جبر کے ساتھ کہ امہات المؤمنین ہمیشہ عسرت کی شاکی رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک بار اسی بات پر ناخوش ہو کر ان لوگوں میں سے نہ ملنے کی قسم کھالی تھی جسکو اصطلاح شرع میں ایلا کہتے ہیں اور اسی تقریب میں وہ آیۃ اتری تھی عسی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثیبات وابکارا[2] ایلا بھی ایک قسم کا ترک ہے مگر ترک موقت مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ گھر میں تنگی ہو کر

---

[1] صدقات تو بس فقیروں اور محتاجوں کے لیئے ہیں اور ان لوگوں کے لیئے جو صدقات کی تحصیل وصول پر مامور ہوں اور ان لوگوں کے لیئے جن کے مانوس کرنیکو مد خرچ دیا جائے اسکے علاوہ صدقات کو خرچ کیا جائے غلاموں کے آزاد کرنے میں لوگوں کا قرض چکانے میں اور اللہ کے رستے یعنی جہاد میں اور مسافروں کی امداد میں یہ مصرف اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں اور اللہ سب کے حال سے واقف اور تدبیر والا ہے ۱۲ منہ

[2] پیغمبر کی عورتو اس کو کچھ دور نہ سمجھنا کہ اگر پیغمبر تمکو طلاق دے دیں تو تمھارے بدلے میں خدا ان کو تم سے بہتر بیبیاں عنایت کرے مسلمان ایمان والیاں حکم بردار خدا کی جناب میں توبہ کرنے والیاں اُس کی عبادت کرنے والیاں روزے رکھنے والیاں دوہاجنیں اور کواریاں ۱۲ منہ

وہ لیے لڑیں جھگڑیں کچھ پروا کی بات نہیں خدا کا کام کسی طرح اٹکا نہ رہے۔ پیغمبر صاحب کے غزوات میں اخیر غزوہ تبوک کا تھا۔ تبوک ملک شام کا ایک شہر تھا جس پر پیغمبر صاحب چڑھ کر گئے تھے۔ لڑائیاں دو قسم کی ہوتی ہیں دفاعی کہ دشمن چڑھ کر آئے اور اُسکو مار کر ہٹا دیا جائے۔ دوسری آفنسو کہ ہم کسی پر چڑھ کر جائیں۔ غزوہ تبوک ظاہر میں آفنسو معلوم ہوتا ہے۔ مگر نہیں وہ بھی پیغمبر صاحب کے تمام غزوات کی طرح ڈفنسو تھا۔ ملک شام بادشاہ روم کی عملداری میں تھی اور وہ تھا عیسائی۔ دشمنوں نے وہاں یہ مشہور کر دیا تھا کہ پیغمبر صاحب نے تو انتقال فرمایا اور ملک عرب میں قحط پڑ رہا ہے اس سے بادشاہ روم کو حوصلہ پیدا ہوا اور اُسنے عرب کی طرف اپنا لشکر روانہ کرنا چاہا۔ پیغمبر صاحب کو اسکی خبر لگی تو آپ نے مناسب سمجھا کہ ہم ہی سبقت کریں تو اُسکو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہو۔ اُن دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مدینے کے نخلستان کہ یہی اُن لوگوں کی معاش تھی پکے ہوئے طیار تھے۔ بے سامانی اس درجے کی کہ سواری کیسی بیس بیس سپاہیوں میں اور سپاہی کون یہی صحابہ۔ باربرداری کا مشکل سے ایک اونٹ۔ رسد کا پتہ نہیں۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر رہ جاتے۔ مگر ہمتیں ایسی قوی تھیں کہ فوج روم پر چڑھ کر گئے تھے جس سے بہتر آراستہ اور باسامان فوج اُسوقت روئے زمین پر کسی کی نہ تھی۔ کیوں جی ذرا انصاف کرو اگر ہم ہی جیسے مسلمان اُن وقتوں کے بھی ہوتے تو آج شاید اسلام کا کوئی نام بھی نہ سنتا۔ یہ اُن ہی مسلمانوں کا طفیل ہے کہ خدا کے فضل سے آج تیس کروڑ آدمی روئے زمین پر اسلام کا کلمہ بھرتے ہیں۔ کیا اُن بزرگوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہم ادب اور احسانمندی سے اُن کا ذکر خیر کریں۔ اٹاوے

اٹاوے کا اٹاوہ شریف کا مذکور ہے اور ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کا۔ میں نے اٹاوے کو شریف اس وجہ سے کہا کہ وہ محسن الاسلام محسن القوم نواب محسن الملک بہادر کا وطن ہے۔ جن کو میں آڈینس (حاضرین) میں دیکھکر مارے خوشی کے جامے میں نہیں سماتا۔ اٹاوے کو میں نے اٹاوہ شریف کہا تو سہی مگر بعد کو خیال آیا کہ ایک بار دلی میں فتوے نکلا تھا کہ اجمیر اور کچھوچھہ اور تونسہ کو شریف کہنا درست بھی ہے یا نہیں۔ ایک شخص نے مجھسے بھی یہ مسئلہ پوچھا میں نے تو اُسکو یہ جواب دیدیا تھا کہ اگر مزاج شریف کہنے میں شرعاً مضایقہ ہو سکتا ہے تو بیشک اجمیر شریف میں بھی تامل ہے۔ بہر کیف شاید اٹاوہ شریف کا مذکور ہے اور ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کا کہ وہاں شیعہ سُنی مدتوں سے اس طرح ملے جلے ہوئے ہیں جیسے کھچڑی میں دال چاول۔ ایک ہی گھر میں میاں سُنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعے دو سُنی۔ بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ اٹاوے کا ایک ہی شخص ایک وقت شیعہ ایک وقت سُنی۔ یہ ہمارے نواب محسن الملک بہادر ہی پہلے شیعہ تھے پھر سُنی ہوئے اور اب شیعہ سُنی دونوں سے بڑھکر نیچری۔ اسکے بعد لکچرار نے اپنے ایک ہاتھ کی چار انگلیاں پھیلا کر لوگوں سے کہا کہ یہ ویسی انگلیاں نہیں ہیں جو ایک ستھیا کسی اندھے کی آنکھیں بنا کر پوچھا کرتا ہے کہ بتاؤ کَے انگلیاں ہیں

میری یہ انگلیاں مذہبی نردبان ہیں۔ سب سے نیچے کی انگلی بنصر مطلق مذہب ہے۔ اس سے اوپر کی خنصر مذہب اسلام۔ اس کے اوپر کی وُسطی وہابیۃ اور سبابہ جو سب سے اوپر ہے وہ نیچریۃ کی جگہ کو دکھاتی ہے۔ یعنی پہلے آدمی مطلق مذہب کا خیال کرتا ہے۔ پھر مذہب کے خیال میں ترقی کرتا ہے تو اسلام میں آتا۔ پھر اسلام میں ترقی کرتا ہے تو وہ اس طرح کے عقائد بہم پہنچاتا ہے جنکو لوگ تعنتاً (چلاکر) وہابی کہتے ہیں۔ پھر وہابیۃ میں ترقی کرتا ہے تو آخر کار نیچری ہوتا ہے اسکے بعد دخل الجنۃ کا مرتبہ ہے۔ مگر نیچریۃ سے وہ نیچریۃ مراد ہے جو اسلام اور دین حق کی مرادف ہے اور جس کی صراحت میں تھوڑی دیر بعد کرونگا۔ اور میں نواب محسن الملک کو اسی طرح کا نیچری خیال کرتا ہوں اور اسی سے انکی عظمت میرے ذہن میں ہے

خیر تو اٹاوہ شریف میں شیعے سُنی مدتوں سے اس طرح ملے جُلے ہوئے ہیں جیسے کھچڑی میں دال چاول۔ ایک ہی گھر میں میاں سنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعے دو سُنی۔ شیعوں کی مجالس میں سُنی شریک۔ سنیوں کی مذہبی تقریبات میں شیعے موجود۔ ایسے اختلافات ہوں تو مسلمانوں میں بہتر نہیں بہتر ہزار فرقے صبح بہتر ہزار فرقے شام چشم ما روشن دل ما شاد۔ یہاں تو بڑی مصیبت یہ ہے کہ تل برابر مذہبی اختلاف ہوا اور ایک دوسرے کی آبرو کا دولت کا جان کا لاگو بنا۔ اور جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا برہمو یا آریے کوئی بھی ہوں اور کسی شان میں بھی ہوں **بیت** بہر رنگے کہ خواہی جلوہ گر باش * کہ من آں قدر رعنائی شناسم ؞ جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے اور جب تک مذہب کے پنجۂ آہنی میں یہ لوگ موم کے ناک ہیں جدھر کو چاہا پھیر دیا ان میں سے کسی ایک کو نہ فلاح ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ انگریزی نہیں تم خود انگریز بھی بن جاؤ۔ تاہم جیسے بدنصیب اب ہو ویسے ہی بدنصیب انگریزی پڑھکر نہیں (انگریز بن کر) بھی رہو گے **بیت** تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل * کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را ؞ ہاں اٹاوے کے سُنی شیعوں کا سا اختلاف کھوگے کہ عقائد مختلف اور پھر ایک کے ایک تو مبارک تم مبارک تمھارے اختلاف۔ خیر تو اٹاوے کے سُنی شیعے آپس میں ملے جُلے رہتے تھے کبھی کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ انکے دو مذہب ہیں۔ بدنصیبی سے کہ یہ بلا مدتوں سے مسلمانوں کے سر سوار ہے کوئی ڈپٹی صاحب اس شہر میں بدلکر آئے اور وہ تھے شیعہ اور شیعہ بھی متعصب ڈپٹی صاحب کو بدلے ہوئے تھوڑی ہی مدۃ ہوئی تھی کہ وہ جو کہتے ہیں کوڑھ میں کھاج محرم آپہنچا۔ اُنھوں نے دُلدُل نکالنا چاہا جو کبھی نہیں نکلا تھا۔ چلچکی بجوانی چاہی جو کبھی نہیں بجی تھی۔ بھوسا اُڑوانا چاہا جو کبھی نہیں اُڑا تھا۔ مجالس میں علی الاعلان تبرا کرانا چاہا جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ تدبیریں ابھی چپکے چپکے ہو رہی ہیں حکام انگریزی کو کچھ خبر نہیں اور نہ اچھی طرح سنیوں ہی کو معلوم۔ مگر ہاں چند نا عاقبۃ اندیش نوجوان شیعے زیادہ تر ڈپٹی صاحب کی خوشامد اور کسی قدر مذہبی خیال سے بھی

ڈپٹی صاحب کے ساتھ ہیں اور منصوبوں کی کھچڑیاں پک رہی ہیں۔ اور اس طرح کے ہنگاموں کا کچھ دستور بھی ہے کہ
ان کی ابتدا ایسے ہی بےعقل لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ بمبئی کے ہندو مسلمانوں میں جو فساد حال میں ہوا
تھا اُسکے بارے میں گورنر لارڈ ہیرس نے یہی رائے قائم کی تھی۔ اور لارڈ ہیرس اس رائے میں منفرد نہ تھے ہر جگہ اور
ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جو لوگ فرضوں کی پروا نہیں کرتے نفلوں کے لیئے لڑنے مرنے پر طیار ہو جاتے ہیں ابھی
چند روز کی بات ہے۔ ہماری دلّی میں آمین پر مقلدوں اور غیر مقلدوں میں خوب سر پھٹوّل ہوئی۔ لوگوں پر جرمانے ہوئے
مچلکے لیئے گئے اور مقدمات شاید لاہور تک آئے۔ اور میں نے سُنا ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے
بھُولکر بھی خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح ایک شخص رمضان میں روزے تو رکھتا نہ تھا مگر سحری اور فطاری کا بڑا
اہتمام کرتا۔ کسی نے کہا کہ تم کو سحری اور افطاری کی کیا ضرورة ہے تو کہتے کیا ہیں واہ روزے نہیں رکھتے تو کیا
سحری اور فطاری بھی نکریں نرے کافر ہی ہو جائیں۔ غرض ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں بات کچھ بھی نہیں ہوتی
لوگ نادانی سے اُس کا تبنگڑ بنا لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہنگاموں کی کون کہے ۱۸۵۷ء کے بڑے ہنگامے
کا سماں میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ بازاری خلقت نے اُس آگ کو سلگایا اور آخرکار ایسی بھڑکی کہ ہزاروں ناکردہ
گناہ خاندان اُس کی لپیٹ میں آگئے۔ ایسا ہی ایک واقعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد
میں بھی ہوا تھا کہ فتح مکہ کے چند روز بعد حنین کی لڑائی ہوئی۔ اُسمیں مال غنیمة بہت کثرة سے آیا تھا اور جیسا کثرة سے
آیا تھا ویسا ہی پیغمبر صاحب نے خوب جی کھول کر لوگوں کو دیا بھی تھا۔ مکہ تھوڑے دن ہوئے کہ فتح ہوا تھا اور وہاں کے
لوگوں کے تالیف قلوب کی ضرورة تھی شدید پیغمبر صاحب نے مصلحة وقت سمجھکر اہل مکہ کو یا یوں کہو کہ قریش کو مال غنیمة
سے زیادہ حصہ دیا۔ تالیف قلوب کے معنی ہیں استمالة۔ پرچانا۔ ملانا۔ یہ ہندی کی چندی میں نے اس غرض سے
کی کہ اب اس طرح کے الفاظ مسلمانوں کی ڈکشنری میں ڈھونڈھے نہیں ملتے اور مسلمان سازگاری کے مفہوم
ہی کو نہیں سمجھتے۔ خیر تو حنین کی غنیمة سے قریش کو زیادہ حصہ ملا تو اس پر بعض انصار کو حسد ہوا اور اُنھوں نے ایسا
خیال کیا کہ پیغمبر صاحب اپنی قوم کی رعایة فرماتے ہیں۔ لگے کہنے قریش کو مال غنیمت سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے
حالانکہ ان لوگوں کے خون ابھی تک ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں۔ یہ ماجرا پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک
پہنچا اور آپ نے روسا انصار کو جمع کر کے پوچھا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم میں بعض نادان نوجوانوں نے ایسی شکایة کی تو ہے
مگر آپ انکی بات پر نہ جائیں ہم میں جو صاحب الرائے ہیں انکو تو کسی طرح کی شکایة ہے نہیں۔ بات دب دبا گئی۔ تو
جس طرح کے سفہاءُ القوم نے انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانا چاہا تھا اسی طرح کے سفہاءُ القوم نے بمبئی کے ہندو

مسلمانوں کو لڑا مارا۔ اور اسی طرح کے سفہاءُ القوم اتادے کے ڈپٹی صاحب کے بھرّے میں آگئے ضلع کا مجسٹریٹ
خالی الذہن کبھی سُنی شیعوں میں تکرار ہوا ہو تو خیال بھی آتے۔ کسی تازہ ولایت اسسٹنٹ کو چارج دے شکار کو
تشریف لے گئے۔ یہاں جوں جوں محرم نزدیک آتا جاتا ہے سُنی شیعہ دونوں اپنی اپنی جگہ طیاریاں کر رہے ہیں اگر دلدل اور
جلوس اور چکچیوں کے ارادے از خود شیعوں کے دل سے پیدا ہوئے ہوتے تو سنی شاید چنداں پروا بھی نہ کرتے۔ مگر چونکہ
ڈپٹی صاحب محرک تھے سنیوں نے جانا کہ حکومت کے بل بوتے پر سنیوں کے چھیڑنے کے لیے یہ تجویزیں کی گئی ہیں دنیا
میں کوئی چیز حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مذہب ایسا زبردست ہے کہ جب کبھی اس کا اور حکومت کا مقابلہ آپڑا ہے ہمیشہ
حکومت ہی کو ہارتے دیکھا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے جو نیوٹریلٹی (بے تعلقی) کی دانشمندانہ پالسی (تدبیر) اختیار کر رکھی
ہے کہ اسکو کسی کے دین و مذہب سے کچھ بحث ہی نہیں وہ بھی اسی پرنسپل (اصول) پر مبنی ہے۔ کہ کیوں مذہب سے چھیڑ
چھاڑ کی اور کیوں اپنی ہیٹی کرائی۔ میں تو کسی ہندو (ہندوستانی) رئیس کا رعیت ہوں نہیں مگر مجھکو معلوم ہے کہ پنجاب
میں ہندو ریاستیں بہت ہیں اور عجب نہیں ان ریاستوں کے باشندے بھی آڈئینس میں ہوں تو جس سے بن پڑے
اور جس طرح بن پڑے اپنے رئیس کے گوش گذار کر دینا اور رعیت گری کا حق ادا کرنے کا اس سے بہتر کوئی پیرایہ
نہیں کہ اور باتوں میں برٹش گورنمنٹ کی پیروی کر دیا نہ کرو مگر مذہبی نیوٹریلٹی سے بال برابر اِدھر اُدھر کھسکے اور
ریاست پہ زوال آیا۔ افسوس ہے کہ اتنے سے کہ ڈپٹی صاحب نے مذہبی تعصب کے جوش میں آکر اتنا بھی نہ سمجھا ڈپٹی
کلکٹری کیا خاک کرتے رہے ہونگے۔ مگر انگریزی عملداری میں وہ زمانہ جاہلیت تھا جیسے سیدھے سادے ہندوستانی
حکام ہوتے تھے ویسے ہی بھولے بھالے انگریز۔ بارے کوتوال شہر نے تاڑا کہ لوگوں کے تیور بگڑے ہوئے ہیں
اور چونکہ وہ تھا سُنی ڈپٹی صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ اور تو کیا کر سکتا تھا مگر اُس نے روزنامچے رنگنے شروع کیے
اور اسسٹنٹ صاحب ہیں کہ سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔ آخر اُسنے شاگرد پیشوں کی معرفت صاحب کے کان میں ڈالا
کہ شہر میں بڑا بھاری بلوہ ہونے والا ہے تب تو صاحب بڑے سٹ پٹائے اور وہ جو کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو
ڈانڈے کوتوال کے سر ہوئے کہ تمنے ہمکو اطلاع کیوں نہیں کی۔ کوتوال نے عرض کیا کہ حضور میرے روزنامچے
منگوا کر دیکھیں میں دو دو ہفتے سے برابر لکھ رہا ہوں۔ صاحب کو اُسوقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سُنی شیعوں
میں کیا اختلاف ہے۔ انگریزی عملداری میں سب خوبیاں ہیں مگر رعایا کے اندرونی حالات سے حکام انگریزی کا
ناواقف ہونا بڑا غضب ہے۔ بیشک اس کا انتظام ہے مشکل مگر ایسی ہی مشکلات پر غالب آنے کا معاوضہ ہے
سلطنت اور یوں ٹوٹا پھوٹا انتظام کیا پہلے نہ تھا۔ یا اب ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ حکام کو رعایا کے ساتھ اختلاط کا

سو فتح دو۔ ان کو جلد جلد بداوست۔ دقیقیت کو لیاقت کا سٹینڈرڈ (معیار) بناؤ۔ اور اُسکو داسی کو مدار ترقی ٹھیراؤ پھر خانہ جنگیاں اور ہنگامے ہوں تو اُن کا ذمہ دار میں۔ بارے اٹاوے کے اسسٹنٹ صاحب نے غور یقین سے دریافت کر کے بڑی دیر میں ایک یادداشت مرتب کی۔ اور پھر دوڑے دوڑے جا الماری سے ایک انگریزی تاریخ نکال لائے اور اُسکو دیکھتے اور یادداشت سے ملاتے رہے۔ اور ڈپٹی صاحب اور کوتوال ہیں کہ دونوں حکم آخیر کے منتظر بیٹھے ہیں خیر تو اسسٹنٹ نے دُلدُل وغیرہ کے نکالنے کی تو ممانعت کر ہی دی کہ یہ چیزیں اس شہر میں کبھی نہیں نکلیں اور ڈپٹی صاحب پر بھی بہت تعجب کیا کہ آپ مُسلمان ہو کر جنرل عمرؓ کی اسلامی خدمتوں کا کچھ شکر نہیں ادا کرتے اور ہم جانتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے مُسلمانوں کی سلطنت پر زوال آیا ہے۔ جب ایک قوم اپنے محسن جنرل کی خدمتوں کی قدر نہیں کرتی تو یہ اُس قوم کے ادبار کی نشانی ہے۔ اس سے لوگوں کے دل شکستہ اور اُنکے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ ہم ڈیوک آف ولنگٹن کو جسنے واٹرلو کی مہم کو فتح کر کے نپولین شاہ فرانس کو قید کر لیا تھا ہم لوگ اُس ڈیوک آف ولنگٹن کو دیوتا کی طرح مانتے ہیں۔ یہ اسسٹنٹ اگرچہ کوئی بڑا عہدہ دار نہ تھا مگر آخر تھا تو انگریز اور ایک دن چیف جسٹس یا بورڈ آف ریونیو کا ممبر یا لفٹننٹ گورنر ہونے والا تھا بات اس نے لاجواب کہی۔ اسی طرح کا ایک مذکور ہے۔ میں نے حال کے اخبار میں دیکھا ہے کہ بمبئی کے گورنر لارڈ ہیرس کی میعاد ملازمت ختم ہو کر وہ ولایت جانے لگے تو بیکلا کلب نے انکو دعوت دی۔ دعوت میں جیسا ان لوگوں کا دستور ہے تندرستی کے جام پئے گئے سپیچیں ہوئیں ایک سپیچ ایڈمرل کینیڈی کی بھی تھی۔ اُنھوں نے منجملہ اور باتوں کے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ ایک بحری نمایش ہوئی تھی تو اُس مشہور نلسن کے کئی ٹوکرے دانت دکھانے کے لیئے لوگوں نے بھیجے تھے۔ ظاہر ہے کہ آدمی کے دانت جس طرح زندگی میں منہ کی ڈبیا میں بند ہیں اسکے مرے پیچھے بھی ایک ڈبیا میں آسکتے ہیں اور یہ بھی تحقیق نہیں کہ بیچارے نلسن کے دانت اکھاڑ لیئے گئے ہوں۔ اس پر بھی لوگوں نے نلسن کی ایسی قدر کی کہ کسی کو اس کا جھوٹا یا سچا دانت ہاتھ آگیا تو اُس کو تبرک کی طرح محفوظ رکھا۔ قوم اس طرح پر قدردانی کرتی ہے تو لوگ قوم پر اپنی جانیں نثار کر دیتے ہیں۔ ایک ہماری قوم ہے کہ جو شخص انکے فائدے میں کوشش کرے اُلٹے اسی کے سر ہوں گالیاں دیں کافر بنائیں مرتد ٹھیرائیں تاکہ آگے کو کوئی انکے فائدے کا نام نہ لے۔ میں نے اٹاوے کے اسسٹنٹ کی حکایت کچھ اس غرض سے بیان نہیں کی کہ مجکو سنیوں کے حق میں ایک انگریز اسسٹنٹ کی رائے استشہاد کرنا منظور تھا۔ یہ بیچارہ اسسٹنٹ تو کس شمار میں تھا میں تو ایسی طبیعت کا آدمی ہوں کہ ڈیونپورٹ اور لائل اور گبن اور کولیم اور ویب جیسے لوگوں سے استشہاد کرنے کو بھی وہن اسلام سمجھتا ہوں۔ استشہاد کا کیا

خیال بھی آتا ہے تو ذہن منتقل ہوتا ہے بی بی خدیجہؓ کی طرف۔ بلالؓ کی طرف۔ عمار بن یاسرؓ کی طرف۔ یا ایسے ہی دوسرے بزرگوں کی طرف۔ مگر یہاں میں یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا گزرا کہ وہ فوجی قوۃ کا محتاج تھا اور اُس وقت جہاد ہی ایک متعین پیرایہ اسلام کی حمایۃ کا تھا۔ اِس ضمن میں غزوۂ تبوک اور لشکر اسلام کی بے سامانی کا خیال آگیا۔ مسلمانوں کا لشکر جو تبوک پر چڑھ کر گیا تھا بے سامانی ہی کی وجہ سے جیش العسرہ (لشکر بے سامان) اور غزوۂ تبوک ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے۔ اول تو اُن دنوں مسلمان ہی کتنے تھے اور جو تھے اکثر بے مقدور اسپر بھی جتنا جس سے بن پڑا اپنے اوپر کشش کی اور خدائی لشکر کا بھرنا بھرا سب سے بڑا چندہ حضرۃ عثمانؓ کا تھا کہ اُنھوں نے بھلا آج کل کے بڑے مقتدر مسلمانوں کی ہمتوں پر قیاس کر کے بتاؤ تو سہی کیا دیا ہوگا۔ اور یہ بھی خیال کر لینا کہ تبوک ہی کی ایک ضرورۃ نہ تھی ایسی ایسی ضرورتیں ہر روز پیش آتی رہتی تھیں۔ آئے دن خدا کے نام سے قرض مانگا جاتا تھا۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافاً کثیرۃ[۱] جسکو سن کر یہود کہتے تھے ید اللہ مغلولۃ[۲] قومی کاموں کا سر انجام ایسا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تم اپنی اِس انجمن حمایۃ اسلام ہی کو کیوں نہیں دیکھتے کہ جتنا دیتے جاتے ہو اُن کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور ابھی یہ کیا بس کرتے ہیں۔ اور پھر یہ انجمن اِن وقتوں کی ضرورتوں کے آگے کیا چیز ہے۔ بہر کیف حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ نے دس بیس پچاس نہیں ایک دم سے تین سو اونٹ با ساز و سامان لشکر تبوک کی تجہیز میں دیئے اور صحیح روایۃ کے مطابق ایک ہزار اشرفیاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لا کر ڈال دیں۔ اشرفیاں دیکھ کر آں حضرۃ کا تو یہ حال ہوا کہ مارے خوشی کے آپ کا چہرہ چمک اُٹھا۔ آپ اُن اشرفیوں کو اُچھالتے اور فرماتے جاتے تھے بس عثمانؓ کو اب کسی عمل کے کرنے کی ضرورۃ نہیں۔ کوئی بھائی شمس دین کو اشرفیاں دے تو ہم بھی دیکھیں کہ یہ کیونکر خوش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح آدمی کی شخصی ضرورتوں کا کچھ ٹھکانا نہیں بھوکا ہے تو محتاج غذا ہے ننگا ہے تو محتاج لباس ہے بیمار ہے تو محتاج دوا ہے پیادہ ہے تو محتاج سواری ہے اور جسکی جو ضرورۃ ہے اُس کا رفع کر دینا اُسکی امداد و حمایۃ ہے۔ اِسی طرح وقتاً فوقتاً اسلام کی ضرورتیں مختلف ہوتی رہی ہیں اور جو لوگ اسلام کے فدائی اور خیر خواہ رہے ہیں اُنھوں نے اِن ضرورتوں کو رفع کر دیا ہے تو ایک وقت اسلام کی فوجی امداد کا تھا اور اُن وقتوں کے مسلمان فوجی طاقت سے اُس کی مدد کو کھڑے ہو گئے اور ایک وقت وہ تھا کہ فلسفۂ یونانی نے اسلام کو بیخ و بن سے مستاصل کرنا چاہا تو اُن وقتوں کے علماء نے علم کلام سے اِس کی مدد کی۔ اور ایک وقت اسلام پر ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اسلام کی خصوصیۃ نہیں ہر ایک مذہب پر

[۱] کون ہے جو خدا کو قرض حسن دے کہ خدا قیامت کے دن اُسکے قرض کو کئی گونا کر کے ادا کرے ۱۲ منہ [۲] خدا کا ہاتھ تنگ ہو رہا ہے ۱۲ [۳] وہ لڑائی جس میں سپاہی چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے ۱۲ منہ

یہ وقت ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ کہ اُسی کے ماننے والے جادۂ اعتدال سے منحرف ہوتے رہتے ہیں۔ سو
اس مرض کی دوا بھی معلوم ہے مگر ذرا پُرانی ہوگئی ہے اور اُسمیں اگلی سی قوۃ نہیں رہی۔ وہ دوا کیا ہے یہی ہمارے
مذہبی پیشوا۔ مولوی واعظ مشائخ۔ دنیا کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ملک کے امن میں فتور ڈالنے والے دو قسم
کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بیرونی دشمن جو باہر سے چڑھ کر آئے اُسکے دفع کے لیئے شاہی فوج ہوتی ہے۔ دوسرے
اندرونی دشمن چور اُچکے ڈاکو قطاع الطریق۔ جن کی سرکوبی کے لیئے پولیس اور عدالت ہے۔ یہی حال مذہب کا ہے
کہ اُسپر خارج سے بھی حملے ہوتے ہیں اور داخل سے بھی۔ اور مصیبۃ یہ ہے کہ دوہرے دوہرے حملے اور اُن کو دفع
کرنے والے ایک علماء۔ اور اے کاش علماء سوچ سمجھکر حملوں کا مقابلہ کریں۔ سو خارج کے حملوں میں سے بڑا زبردست
حملہ سائنس (علوم جدیدہ) کا ہے۔ بیچارے علماء کو اسکی خبر ہی نہیں کہ سائنس ہے کیا چیز۔ اور وہ کہتا کیا ہے۔
پس سائنس نے خالی میدان پا لیا ہے۔ اسلام پر بے محابا وار چلا رہا ہے۔ اِدھر سے کوئی جواب دینے والا نہیں
رہے اندرونی حملے۔ سو اِن کو دفع کرنے کی عوض علماء باہم اختلاف کر کے خود ہنگاموں کو اشتعال دیتے ہیں
کیا حال ہو ملک کا جبکہ پولیس جس کا کام ہنگاموں کا روکنا دبانا ہے آپ ہنگامے برپا کرنے لگے۔ اب ہمکو یہ دیکھنا
ہے کہ اسلام کی حالۃ کیا ہے آیا وہ اچھا بھلا تندرست ہے یا اسکو کچھ روگ ہے اور وہ کیا روگ ہے اور اس کا کیا سبب واقع
ہوا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ اور اِن باتوں کے معلوم کرنے کی ضرورۃ اس وجہ سے ہے کہ اگر واقع میں اسلام محتاج
امداد و حمایۃ ہو تو ہم اُسکی ویسی ہی مدد و حمایۃ کر سکیں جیسی مدد و حمایۃ کی اسکو حاجۃ ہے ورنہ وضع الشئ فی غیر محلہ کرنے
سے ہماری محنۃ ناحق رائگاں جائے گی اور اسلام کو بھی ہم کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ سو معلوم ہے کہ اسلام نہ صرف
بیمار ہے بلکہ بیمار محتضر۔ ہر چند بعض لوگ اسکا سبب زوال سلطنۃ کو ٹھیراتے ہیں مگر اپنی تو میں کہتا ہوں کہ مجھ کو
سلطنۃ کے جاتے رہنے کی اتنی بھی تو پروا نہیں جتنی کسی کو مٹی کے ایک کلھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے
جو حلوائی ایک پیسے کے دودھ دہی کے ساتھ مفت دیدیا کرتے ہیں سلطنۃ کے ساتھ اگر اختیارات ہیں تو اختیارات
کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا ہے کہ حق ناحق جو کچھ بادشاہ کے دل میں آیا کر گزرا کوئی
اُس سے بازپرس کرنے والا نہیں۔ زمانے نے ڈسپاٹک گورنمنٹ یعنی شخصی سلطنۃ کا بیج مار دیا ہے اور پبلک
اوپنین (عام لوگوں کی رائے) کی ایک قاہرہ حکومۃ قائم ہوگئی ہے۔ کہ دنیا کی مجموعی سلطنتیں بھی اُس کی مقاومت
نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک کہ جن سلطنتوں سے ہمکو کچھ بھی تعلق نہیں ہم اُنکے معاملات میں بھی آزادی کے
ساتھ رائے زنی کرتے ہیں۔ روئے زمین پر ایسا کوئی بادشاہ نہیں جسکے افعال و اقوال پر جرح نہ کی جاتی ہو پس

اب سلطنت پھولوں کی سیج نہیں رہی۔ بادشاہ کو پبلک اوپنین کی پنچ (عدالت) کے روبرو ہر لحظہ بادشاہت کی جوابدہی
کرنی پڑتی ہے۔ اُس سے پیسے پیسے کا حساب لیا جاتا ہے۔ اور یوں بھی ملکداری ایک بلا ہے۔ سیدھی زبان سے
سنئے زیادہ سلطان ہماری برٹش گورنمنٹ۔ سو اس کا ان دنوں کیا حال ہے۔ روپے کی قیمت گھٹتی چلی جاتی ہے ہندوستان
بھر میں اس سرے سے اُس سرے تک غل سا مچا ہوا ہے۔ سکرٹری آف سٹیٹ نے روئی کی ڈیوٹی (محصول)
مستثنیٰ کر دیا تھا آخر پبلک اوپنین نے اُسکا گلا دبا کر ڈیوٹی لگوائی پر لگوائی۔ پھر بھی سکرٹری آف سٹیٹ ایک
چال چل گئے کہ ویسی ہی ڈیوٹی ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے پر بھی لگادی۔ اس پر اخبار والوں نے سکرٹری آف
سٹیٹ کی وائسرائے کی کونسل کے ممبروں کی بھی گت بنائی جا رہی ہے اخبار کیسے پر بیٹھنے والوں کی
[illegible] نہیں اور آج کا آج اور کل کا کل یہ بڑی لمبی پولیٹکس کے حکام کو ان ہی کو من وجہ بادشاہ سمجھنا چاہیئے۔ پبلک
اوپنین کے مطیع ہو کر رہیں تو سہی۔ فرانس اور روس کے ساتھ جو کشیدگی ہے وہ ایک جدی ہوئی بات [illegible]
پرنس آف ویلز نے زار روس کی تعزیت کی تقریب میں موقع پا کر بہت کچھ تو تھو کر دی ہے۔ خدا ان کی [illegible] سے خیر
دے مگر پرنس آف ویلز اور زار روس ہیں کیا چیز جب تک دونوں قوموں کے دل صاف نہ ہوں اتحاد نہیں ہو سکتا
رات دن امیر کابل کی خیر مناتے گزرتی ہے۔ پنجاب کی سرحد پر جو کچھ ہو رہا ہے آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے
ہیں سلطنت چین اور جاپان اور تمام یورپ کی سلطنتیں اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے کئے بیٹھی ہیں دیکھئے اونٹ
کس کروٹ بیٹھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو آٹے کے ساتھ گھن پسنے لگے۔ پھر مصر اور افریقہ اور سوڈان کہاں کہاں کا نام
لوں ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ ٹھنڈی ہوا تو کسی طرف سے بھی نہیں آتی۔ یہ ہیں [illegible]
خرخشے وہ چند معدودے چند دقتیں جنہیں ان دنوں برٹش گورنمنٹ مبتلا ہے۔ سچ کہا ہے۔ اَن ایزی لائز
دی ہیڈ ہو ویرز دی کراؤن (جو سر تاج اوڑھتا ہے ہمیشہ دُکھتا ہی رہتا ہے) نہیں ہوں میں [illegible]
سے سوائے اسکے کہ انکے مُلک میں رہتا ہوں کچھ تعلق نہیں اور جن دنوں تعلق تھا بھی تبھی پولیٹکل معاملات میں
مجھے کونسا دخل تھا اور نیٹو کتنے ہی بڑے درجے کا کیوں نہ ہو امور ملکی میں اُسکو ایسے کیا زیادہ دخل ہو سکتا ہے
جیسا ہندوؤں کی رسوئی میں کہار کو۔ کہ چوکا دے کہار برتن دھووے کہار آگ سلگاوے کہار چوکے کے باہر سے
دال چڑھاوے کہار آٹا گوندھے کہار روٹی گھڑ کر لالہ صاحب کو دے کہار۔ لالہ صاحب کیا کرتے ہیں کہ کہار کے
ہاتھ سے روٹی لی توے پر توے سے اُتاری مُونہ میں۔ مگر ہاں مجکو ایک ہندوستانی ریاست کی ملازمت کا
اتفاق ہوا ہے۔ تھا تو وہاں بھی کچھ الگ تھلگ ہی سا مگر پھر بھی یہاں کے ہندوستانی عہدہ داروں سے بہت بہتر

ہندوستان میں تھا۔ تو جن دنوں میں حیدرآباد میں تھا خدا اس سلطنت کو کہ مسلمانوں کا ذریعہ فخر ہے اور بہت سے لوگوں
کی روزی کی ڈوری ہے قیام و بقا تک قائم رکھے چونکہ ایک مشہور جگہ ہے یورپ کے سیاح اکثر وہاں آتے جاتے
رہتے ہیں اور جب کوئی شہزادہ یا لارڈ یا مشاہیر میں سے کوئی اور شخص آتا ہے تو سرکار نظام کی طرف سے علی قدر مراتب
بڑی سیر چشمی اور فیاضی سے اسکی مہمان نوازی ہوتی ہے۔ کمتر کوئی سال ایسی دعوتوں سے خالی جاتا ہوگا۔ مجھکو بھی
ان دعوتوں میں بارہا شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اب یاد نہیں کہ کون آیا تھا مگر تھا کوئی بڑا جلیل القدر انگریز
معمول کے مطابق اسکو ڈنر دیا گیا اور اسمیں ریزیڈنسی اور سٹیشن کے کل انگریز مرد و زن اور سرکار نظام کے تمام معززین مدعو
تھے۔ ایوان وزارت میں دعوت تھی ترتیب کے ساتھ میزیں لگائی گئیں۔ بلبت نواب مختار الملک سر سالار جنگ اول صدر
نشین تھے۔ ان کے دائیں بائیں بڑے بڑے انگریز اور ان کی لیڈیاں۔ مجھکو جس میز پر جگہ ملی وہ ایسے طور
پر واقع ہوئی تھی کہ میری پشت کسی قدر سر سالار جنگ کی طرف کو ہوتی تھی۔ تو میں ادب کے اور کسی قدر کیوری
آسٹی (شوق) کی وجہ سے بھی بار بار مڑ مڑ کر سر سالار جنگ کو دیکھتا جاتا تھا۔ ڈنر کا ساز و سامان کیا بیان کروں بس اتنا
معلوم ہوتا تھا کہ سر سالار جنگ گویا تخت سلطنت پر اجلاس فرما ہیں۔ گاس کی روشنی نے رات کا دن کر دیا ہے
سالٹ اور شیمپین (پانی) کی قسموں کا دور چل رہا ہے۔ بینڈ کی آواز دلوں کو گدگدا رہی ہے۔ ہنسی مذاق کی باتیں
ہو رہی ہیں کھانے کے بعد بن بن کے پٹاخے چھوٹ رہے ہیں پھر تھیٹر کا تماشا ہے آتش بازی ہے انگریزی
ہندوستانی ناچ ہے۔ یہ سن کر سب کے دل تو ضرور پھڑک اٹھے ہوں گے مگر نہیں۔ ذٰلک[1] متاع الحیوٰۃ الدنیا
واللہ عندہ حسن المآب۔ تو جس وقت میں مڑ مڑ کر سر سالار جنگ کو دیکھتا تھا۔ نواب محسن الملک بہادر سے کہ
ہیں اور یہ دونوں ایک ہی میز پر بیٹھے کہتا جاتا تھا کہ اس وقت کوئی سالار کے دل کو دیکھے مارے خوشی کے
ڈبل سائز (دو چند مقدار کا) ہو گیا ہوگا۔ اللہ اللہ سر سالار جنگ مرحوم و مغفور کس بلا کے تاڑنے والے
سٹیٹسمین (مدبر) تھے۔ اُس مجمع میں سب کے بار بار دیکھنے کو دیکھا اور اگلے دن نواب محسن الملک سے پوچھا انھوں
نے بے کم و کاست عرض کر دیا۔ تو فرمانے کیا ہیں ہاں جی آدمی دوسرے کی حالت کے اندازہ کرنے میں ہمیشہ غلطی
کیا کرتا ہے۔ ان کے نزدیک میں دکن بھر میں سب سے زیادہ خوش ہوں اور میرا حال یہ ہے کہ دن رات کے چوبیس
گھنٹوں میں مجھے چوبیس منٹ بھی کبھی بے فکری نصیب نہیں ہوئی۔ یہ حال تھا اس شخص کا جو تھا تو وزیر مگر
خود مختاری کے اعتبار سے اسکو بادشاہ کہا جا سکتا تھا کیونکہ حضور پُرنور کے ہنوز زمام سلطنت دست مبارک میں نہ

[1] یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مزے ہیں اور عاقبت کا اچھا ٹھکانا تو اللہ کے یہاں ہے ۱۲ منہ

نہیں لی تھی۔ اور امیر کبیر کو بحیثیت انتظام میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے۔ پس اتنی بڑی ریاست میں کہ
آج ہندوستان میں اسکا ثانی نہیں سالار جنگ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ سلطنت اور حکومت کی یہ چند
دقتیں ہم نے بیان کیں دنیاوی خرخشوں کے لحاظ سے بیان کیں اور اگر مواخذہ عاقبت کی نظر سے دیکھا
جائے تو شاید سلطنت سے بڑھکر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اور جن لوگوں نے مواخذہ عاقبت کا صحیح صحیح اندازہ
کیا وہ ہمیشہ اس سے نفور رہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا حال تو سنا ہوگا کہ خلیفہ وقت نے اُن کو قاضی القضات
بنانا چاہا۔ اُن دنوں کی قضا ایسی تھی جیسی آج کل کی مدار المہامی۔ کیونکہ کل معاملات شرع شریف کے مطابق تصفیہ
پاتے تھے۔ امام نے انکار کیا۔ خلیفہ بدگمان ہوا۔ امام نے قید بھگتی کوڑے کھائے۔ ان صدموں کی وجہ سے
تپ آئی مر گئے۔ موت کی قضا اختیار کی اور مدار المہامی کی قضا نہیں۔ عجب نہیں مولانا ے روم ان ہی امام
ابو حنیفہ رح کی طرف اشارہ کرتے ہوں کہ فرماتے ہیں ؎

قاضیے بنشاندند و می گریست — گفت نائب قاضیا گریہ ز چیست
ایں نہ وقت گریہ و فریاد تست — وقت شادی و مبارکباد تست
گفت آہ چوں حکم راند بیدلے — درمیان آں دو عالم جاہلے
آں دو خصم از واقع خود واقف اند — قاضیے مسکیں چہ داند زاں دو بند
جاہل ست و غافل ست از حال شاں — چوں رود در خون شاں و مال شاں

ایک وہ تھے جو حقوق العباد کا اس قدر پاس کرتے تھے کہ عاقبت کی جوابدہی کے ڈر سے حکومت کو فتنہ و
ابتلا سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ حقوق العباد کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور مردم آزاری کے مواقع کو ڈھونڈتے پھرتے
ہیں اور مزہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ اور ابراہیم ادہم سے کہیں زیادہ خدا کی بازپرس سے مطمئن ہیں۔ جس طرح ایشیائی
شاعروں کے مضامین معین ہیں کہ وہ ان کے دائرے سے باہر نہیں جاتے۔ گل و بلبل وصل و ہجر شمع و پروانہ بہار
و خزاں شوق و انتظار رشک الشیخ استخفاف مذہب مدح ام الخبائث یا دو چار اور۔ اسی طرح آج کل کے لکچراروں
کے مضمون مقرر ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت اور شان و شوکت یاد دلائی جاتی ہے
جیسے سنتے ہیں کہ چیتے کو شکار کے لیئے لیجاتے ہیں تو اُس سے کہتے جاتے ہیں کہ تیرے باپ نے فلاں لومڑی
اور دادا نے فلاں خرگوش کا شکار کیا تھا۔ مسلمانوں کو انکے بزرگوں کی عظمت کا یاد دلانا خیال تو اچھا ہے کہ غیرت
کے لیئے اس سے زیادہ کاری تازیانہ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس کا ایک پہلو بہت برا بھی ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں

کے کارنامے سن کر شیخی میں آجاتے اور اپنے تئیں مظلوم سمجھ کر ناحق کا غصہ کرنے لگتے ہیں اور معلوم ہے
کہ کمزور کا غصہ مار کھانے کی نشانی - مسلمانوں کی بے دولتی کے جہاں اور اسباب ہیں ازاں جملہ ایک جھوٹی
شیخی اور ناحق کی نمود بھی ہے - دنیا کے سبھی کاموں کا دستور ہے کہ خاصکر ابتدا میں تھوڑی یا بہت ذلت ضرور انگیز
کرنی پڑتی ہے - مثلاً نوکری کہ ایک قدم سے کوئی اکسٹرا اسسٹنٹ یا اسسٹنٹ کمشنر نہیں ہوا کرتا - ہر ایک کو پہلے
چھوٹی سی چھوٹی نوکری ملتی ہے - پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے لوگ بڑے درجوں پر پہنچ جاتے ہیں - اگر اس وقت
فرض کرو کوئی لفٹنٹ گورنر یا چیف کورٹ کا جج ہے تو وہ ابتدا میں ضرور ادنے درجے کا اسسٹنٹ کمشنر رہا ہوگا
اسی طرح جن ہیڈ منسٹروں کو ڈپٹی کمشنر یا ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل جج دیکھتے ہو وہ شروع میں شاید نقلنویس رہے ہوں گے
یا ہنگامی محرر یا چھٹی بطور امیدواری چپراسیگی کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں - غرض ابتدائی نوکریوں میں پتے کو
بہت مارنا پڑتا ہے - اور مسلمان اگر نالیاقتی کی وجہ سے بڑی نوکریوں سے محروم ہیں تو شیخی کی وجہ سے وہ
چھوٹی نوکریوں میں رہ نہیں سکتے - ممالک مغربی شمالی میں ایک ضلع ہے جونپور اور اسکا ایک پرگنہ ہے مچھلی شہر
مچھلی شہر ایک مشہور مقام ہے اور اسکی شہرت کی وجہ علماء کا ایک خاندان ہے - یہ لوگ علما سے مستند ہونے
کے علاوہ دنیاوی عروج بھی ایسا کچھ رکھتے تھے کہ مولوی شکور مولوی ظہور چار بھائی ایک قدم سے چاروں صدر الصدور
اتفاق سے ایک مسلمان تحصیلدار گورکھپور کا ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوا اور گورکھپور جاتیوں کو اسکو مچھلی شہر سے ہو کر
گزرنا تھا - اور وہ مچھلی شہر سے ہو کر گزرا ممکن نہ تھا کہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر مچھلی شہر سے ہو کر گزرے اور ان بزرگوں سے
نہ ملے - ایک زمانے وہ تھے اور ایک وقت یہ آیا ہے کہ دو صاحب حج کو گئے ہیں ایک کو وہابی کہنا چاہیئے تھا دوسرے
کو بدعتی - مگر نہیں ایک تھے غیر مقلد یا اہلحدیث اور دوسرے مقلد یا حنفی - ابھی جہاز ہی میں تھے کہ مدینہ طیبہ جانے کی
صلاح کرنے لگے کہ حج سے پہلے ہو آئیں یا حج کے بعد چلیں - غیر مقلد نے کہا کہ مدینے جانا کچھ داخل ارکان حج
تو ہے نہیں میں نہ پہلے جاؤں نہ پیچھے - مقلد - ارے کاش یہ کہتا کہ بندۂ خدا مدینے جانا داخل ارکان حج نہ سہی
مگر کب کب اس ملک میں آنا نصیب ہوتا ہے - اس سے بڑھکر بے مروتی اور حق ناشناسی اور ناشکری اور کیا ہو سکتی
ہے کہ ہم عرب آئیں اور اس پیغمبر کے مرقد مبارک کی زیارت نہ کریں جسکی جوتیوں کے صدقے میں ہماری دنیا اور آخرت
دونوں درست ہوئیں - لیکن غیر مقلد کی ضد میں آکر مقلد نے یہ کیا کہ جہاز سے اتر سیدھا مدینے پہنچا اور وہیں سے
بے حج کیے گھر کو لوٹ گیا - شاباش ہے ہمارے دوست نئے ڈپٹی کلکٹر کو کہ بزرگان مچھلی شہر کو علمائے دین سمجھکر
ان کی خدمت میں حاضر ہوا - اور ایک بزرگ سے یہ بھی درخواست کی کہ مجکو دنیا اور دین کے متعلق نصیحت فرمائیے دین کے

متعلق جو کچھ فرمایا ہو معلوم نہیں۔ مگر دنیا کے بارے میں ارشاد کیا کہ حتی الوسع ہندو کو عملے رکھنا۔ اس فقرے پر مجھ کو
کو حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب پیشوائے اسلام ہو کر ہندوؤں کی سفارش فرماتے ہیں۔ نہ رہ سکا اور پوچھا کہ آپ کو پوچھا
کہ اسمیں کیا مصلحت ہے۔ فرمایا المستشار مؤتمن۔ میری بہت سی عمر نوکری میں گزری ہے۔ اور جتنی عمر نوکری میں گزری
ہے اسکا اکثر حصہ حکومت کی نوکری میں۔ تو مجھکو عملوں سے بہت سرکار رہا ہے اور میں نے ہندوؤں کو بہت منقاد
اور جفاکش پایا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی ایک حکایت بیان کی کہ میں فلاں جگہ صدر الصدور تھا۔ اتفاق سے
صدر دیوانی عدالت (ہائی کورٹ) کے حکام نے ایک بڑا طویل الذیل نقشہ طلب کیا۔ اور یہ اعلی درجے کے حاکم
خالی بیٹھے بیٹھے اکثر ایسے ہی خواب پریشان دیکھا کرتے ہیں۔ اور کام کی یہ کثرت کہ بیچارے معمولی عملوں کو سر
کھجانے کی فرصت نہیں ہیں تو بہت گھبرایا کہ عملہ زائد کی درخواست کرتے ہوئے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ نقشے کا
کام کیسے سرانجام ہوگا۔ مگر سررشتہ دار نے کہا کچھ تردد کا محل نہیں۔ یہ امیدوار لوگ جو حاضر رہتے ہیں ان سے
مدد لیجائے گی۔ غرض نقشے کے کئی ٹکڑے کر کے امیدواروں کو تقسیم کر دیئے گئے۔ ازاں جملہ ایک ٹکڑا ایک ہندو
امیدوار کو دیا جانے لگا تو اُسنے خود درخواست کر کے ایک ٹکڑا اَور لیا اور میں نے دیکھا کہ اُسی وقت سے اُسنے
گھر سے قلمدان نکال ہاتھ رس کے رنگ آلود چاقو سے سرکنڈے کا قلم بنا اپنا کام شروع کر دیا۔ باوجودیکہ دو
ہفتے کی مہلت تھی مگر نقشہ نویس چوتھے پانچویں ہی دن اپنے حصے کے دونوں نقشے نہایت صحت اور صفائی کے
ساتھ بنا پیش کر دیئے اور اُلشامتہ پذیر ہوا سے[۵] منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنم * منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت
سررشتہ دار نے ایک چھوٹا اور آسان سا ٹکڑا ایک مسلمان بھائی کے لیئے بھی رکھا تھا اُن کو کہیں پہلے سے
اس بیگار کی خبر لگ گئی۔ اب بلاتے ہیں تو ٹلے ٹلے پھرتے ہیں۔ بارے لوگوں کے سمجھانے سے آئے تو لڑنے
کے ساتھ کڑک کر سررشتہ دار سے بولے کیوں منشی جی یہ کس جرم کے لیئے میرے نام کا وارنٹ جاری ہوا
ہے۔ عوضیاں ہوں تو لالہ بھائی گھر سے بلائے جائیں اور بیگار ہو تو ہم پکڑے پکڑے پھریں۔ اور میں اجلاس
کے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تجویز لکھ رہا ہوں۔ میں نے سررشتہ دار کو کہتے سُنا کہ از برائے خدا ذرا آہستہ بولو
صدر اعلے صاحب تجویز لکھ رہے ہیں *

مسلمان امیدوار۔ تو نے تو صدر اعلی کو خدا سے بھی بڑھا دیا کہ اُسکے یہاں بھی پانچ نمازوں میں تین
جہری ہیں۔ سن لیں گے تو بندہ کچھ ان کا دیا نہیں کھاتا *

سررشتہ دار۔ ارے یار کیوں ناشکری کرتے ہو ابھی اسی مہینے میں تمکو اُس تقسیم کے مقدمے میں بیٹھے

[۵] جس سے صلاح پوچھی جائے وہ ایک طرح کا امانت دار ہوتا ہے ۱۲ منہ

بٹھائے تیس روپے پل گئے۔ یہ تو میں جانتا ہوں نوکروں سے اچھے پڑ رہتے ہو۔ بھلا خیر یہ ایک چھوٹا سا نقشہ ہے مہربانی فرماکر ذری اسکو تو بنا دیجئے ✦

امیدوار۔ بس مجکو تو ایسے اخلاص سے معاف فرمائیے ✦

سررشتہ دار۔ یہ تو آپ کو ہماری خاطر سے بنانا ہی پڑے گا ✦

امیدوار۔ منشی جی تم تو ہمکو بہت ہی ستاتے ہو (نقشہ دیکھ کر) اُفو نقشہ ہے کہ شیطان کی آنٹی ہے نہ صاحب ہمیسے یہ ہوتے کا نہیں ✦

سررشتہ دار۔ ذرا صبر تو کیجے یہ سارا نقشہ آپ کو نہیں بنانا پڑے گا۔ یہ صرف چار خانے آپ کو بھرنے ہیں بستہ بردار شلیں لا لا کر آپ کے سامنے رکھ دیگا۔ آپ اِن چار مدّوں کی کھتونی کر ڈالیئے ✦

امیدوار۔ آپنے تو ایک لٹا بھری جبّو (زبان) ہلا دی آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ چار خانے کا تھان گز گز کا لمبا ہوگا۔ بھلا کتنے دنوں میں نقشہ درکار ہوگا ✦

سررشتہ دار۔ بہت سے بہت چار پانچ دن ✦

امیدوار۔ کیا خوب آپ کو خبر بھی ہے آج کے پندرھویں دن رمضان شریف کا پہلا روزہ ہے سو روزے میں تو بندے کے حواس برجا رہتے نہیں۔ بعد رمضان بات سو بات ✦

امیدوار تو نقشے کو ہاتھ ہی نہیں لگاتا تھا لیکن لوگوں نے کہا ارے میاں کیوں عذر کرتے ہو کچھ کام بھی ہے نقشہ لیلو ایسا ہی ہوگا تو ہم تمہاری مدد کر دینگے۔ جبراً قہراً نقشہ لے بُڑبُڑاتے ہوئے نکلے نہ دانہ نہ گھاس سواری دیدوں وقت لعنت اس امیدواری پر اور لعنت اِس کچہری پر۔ سو واقع میں جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا۔ سارے رمضان میسے شیر نے شکل ہی نہ دکھائی۔ نقشہ تو کیا رک سکتا تھا۔ بیچارے سلامت رائے رام آدھین غریب داس نے لگ لپٹ کر وقت سے پہلے اُسکو پورا کیا۔ مسلمان بھائی عید کے بھی کوئی دس دن بعد مکان پر تشریف لائے اور دور ہی سے السلام علیکم کہہ کر باسی تو اسی بھی نہیں دسواسی عید کے معانقے کے لیئے آگے بڑھے۔ ناچار اٹھنا پڑا نہ صرف مجکو بلکہ پندرہ بیس اَور بھلے مانسوں کو بھی جو اُسوقت موجود تھے اور غالباً ایک بھی اُن کا روشناس نہ تھا۔ معانقوں سے فارغ ہونے کے بعد اُنھوں نے ساری محفل کو ایک نظر دیکھا میں تو حقہ پیتا نہیں مگر ایک مہمان عزیز آئے ہوئے تھے اور وہ حقہ پی رہے تھے۔ امیدوار صاحب حقے کے لالچ سے یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم[1] کہکر زبردستی اُن کے بیچ میں

---

[1] مسلمانوں جب تمسے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھ جایا کرو کہ خدا اس حسن خلق کے عوض تم کو بہشت کی کھلی جگہ میں بٹھائے گا ۱۲ منہ

بھتیجے۔ اور مجھسے مخاطب ہوکر لکھا ہے عید کی مبارکباد کے سوا ہے مجکو ایک امر اَور بھی عرض کرنا تھا کہ سرِشتہ دار نے ایک نقشہ مجھے بنانے کو دیا تھا۔ وہ بیچارہ ہندو رمضان کی کیا قدر جانے عجب نہیں نقشے کا منتظر ہو آپکو تو ماہ مبارک کی صعوبتوں کا خود تجربہ ہوا ہوگا۔ رمضان میں تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا پھر بندہ ستۃ العید[۱] کا بھی پابند ہے۔ غرض الحمد للہ اب روزوں سے فراغ حاصل ہوا صرف تکان ہے سو ہفتے عشرے میں مزاج بحال ہوجائے گا۔ اِن شاء اللہ شوال ہی شوال میں نقشہ حاضر کروں گا۔ شوال گیا ذی قعدہ گیا ذی الحجہ گیا محرم میں نقشے لائے تو کیا بیان کروں رول تک سیدھا نہ تھا جا بجا سیاہی پڑی ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کسی کم سواد لڑکے سے لکھوا لیا ہے۔ سو واقع میں مسلمانوں کے سر پر ایک یہ بھی شامت سوار ہے کہ چھوٹی حالت میں ان سے رہا نہیں جاتا اور بدون اسکے گزر نہیں۔ تو جو لوگ مسلمانوں کی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں اُن کو ضرور ہے کہ مسلمانوں سے جھوٹی شیخی اور بیجا تعلیم طلبی کی عادت ترک کرائیں۔ بڑا مشکل کام ہے کہ طبیعت میں نزاکت اور کبھی نہ آنے پائے یعنی خودداری رہے اور غرور بھی نہ ہو۔ سو مجکو مسلمانوں کے پچھلے کارنامے سن کر ہمیشہ یہ خدشہ واقع ہوا کرتا ہے کہ کہیں مسلمان شیخی میں نہ آجائیں۔ میں نے بھی سلطنت اسلام کا تذکرہ کیا مگر اسکے زوال کا اور وہ بھی اس پیرایے میں کہ سلطنت کے جاتے رہنے کی میں اتنی بھی تو پروا نہیں کرتا جتنی ایک مٹی کے کلھڑ کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حلوائی دودھ دہی کے ساتھ مفت دیدیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اقتدار تو ویسے ہی اُسکے ساتھ بکھیڑے بھی ہیں۔ دُنیا اور دین کی عافیت تو اسی میں ہے کہ نہ سلطنت کے جاتے رہنے کا افسوس ہو اور نہ اُسکے حاصل ہونے کی آرزو۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ سلطنت خوشی کا صرف ذریعہ نہ تھی تو بڑا ذریعہ ضرور تھی۔ اب علم و ہنر کا دور دورہ ہے۔ اسی کی سلطنت ہے اسی کی حکومت اسی کی دولت اسی کی خوشحالی اسی کی عزت غرض اسی کی دنیا اور میں پکارے کہتا ہوں اسی کا دین۔ اب سلطنت بھی بے علم و ہنر کے نہیں چل سکتی۔ اور نہ صرف سلطنت بلکہ سچ پوچھو تو بے علم و ہنر زندگی حرام ہے۔ اور جیسی زندگی ہم لوگ کر رہے ہیں کہ سوئی اور چیک اور دیا سلائی یعنی ضرورت کی کل چیزوں کے لیے یورپ کے دست نگر ہیں میں تو اسکو زندگی نہیں سمجھتا۔ جنکو جینے کا سلیقہ نہیں ایسے نااہلوں کو اول تو سلطنت ملنے ہی کیوں لگی۔ ع دولت نہ بہ خدا بے کسے رابگزاف ✥ اور بفرض محال مل بھی جائے تو جانو کہ ملک کے حصے کی قیامت آگئی۔ تو مجکو مسلمانوں کی سلطنت کے جاتے رہنے کا ذرا بھی افسوس نہیں وہ ایک جانیوالی چیز تھی اور گئی تو خوب ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا۔ ہاں افسوس ہے

---

[۱] شش عید کے روزوں کا ۱۲ منہ

تو اس کا ہے کہ مسلمانوں میں علم و ہنر نہیں یعنے وہ علم و ہنر جسنے یورپ کو حضیض ذلۃ سے اُٹھا کر معراج الکمال عزۃ پر پہنچا دیا ہے۔ اور نہ صرف یہی کہ مسلمانوں میں ایسا علم و ہنر نہیں سر پیٹ لینے کی بات ہے کہ اُس علم و ہنر کے حاصل کرنے کا جیسا چاہیئے شوق بھی نہیں اور شوق ہو تو کہاں سے ہو ابھی انھوں نے اسکی ضرورۃ ہی کو نہیں سمجھا۔ اور اس سے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کچھ تحریک ہو رہی ہے میں نہیں مانتا کہ ان کو شوق ہے جیسا شوق ہونا چاہیئے اور اُنھوں نے علم کی ضرورۃ کو سمجھا ہے جیسا سمجھنا چاہیئے۔ ہمارے خاندان کا دستور ہے کہ جب تک بچوں کو صرف کہہ دینا کافی ہوتا ہے اُن کو کہہ کہہ کر نماز پڑھوائی جاتی ہے۔ پھر جب وہ عمر کی اُس حد کو پہنچتے ہیں کہ صرف کہنا بس نہیں کرتا تو اُن کو لالچ دیا جاتا ہے یعنی پیسہ یا ٹکا نماز مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ پیسوں کی طمع سے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہو کر خدا کے فضل سے بڑے پکّے نمازی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صاحب ترتیب بھی ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔ اور ہاں پیسوں کا لالچ دینے کے علاوہ ہم انکو اپنا نمونہ بھی دکھاتے ہیں ورنہ ہم بے نماز ہوں تو کہنا اور لالچ دکھانا کچھ بھی کام نہ آئے۔ تو اگر مسلمانوں کو یعنے بعض مسلمانوں کو تعلیم کا شوق ہے بھی تو وہ اسی قسم کا شوق ہے جیسا لالچی بچوں کو نماز کا۔ جس طرح وہ نماز پیسوں کے لالچ سے پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پا رہے ہیں۔ نہ اُنکی نماز نماز ہے نہ انکی تعلیم تعلیم۔ شوق ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے قدر کرنے کا۔ تو جو بچے لالچ سے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر کہا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے نماز کی قدر جانی۔ اگر کہا جا سکتا ہے کہ انکو نماز کا شوق ہے تو جو لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پاتے ہیں اُنکو بھی کہا جائے گا کہ انھوں نے تعلیم کی قدر جانی کہا جائے گا کہ ان کو تعلیم کا شوق ہے۔ نوکری اول تو بکثرۃ سے ہی نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں۔ اور ہو بھی تو وہ ایک نہایۃ مبتذل منفعۃ ہے جو تعلیم پر متفرع ہو سکتی ہے بشرطیکہ تعلیم تعلیم ہو یعنے اعلیٰ درجے کی۔ اور یہ تعلیم جو ہو رہی ہے شاید نوکری کے لیئے تو کافی ہو بھی مگر قومی ترقی کے لیئے تو میں اس کو تعلیم کی ابجد سے بڑھکر نہیں سمجھتا۔ انسان کی طبیعۃ ایسی تنگ چشم واقع ہوئی ہے کہ یہ ساری فضیلتوں ساری برکتوں ساری نعمتوں کو اپنے لیئے اور خاص اپنے ہی لیئے سمیٹنا چاہتا ہے واحضرت الانفس الشح[1] تو مشکل سے اُسکے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ شخصی فائدوں سے قومی فائدے کہیں زیادہ سودمند اور قابل قدر ہیں۔ مثلاً اہل یورپ کے حال پر نظر کرو کہ ایک گورا ایک لوہار ایک موچی یہاں تک کہ ایک لوفر (گدا) بھی وقعۃ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بڑے شہروں کے بڑے بازاروں میں شام

---

[1] اور بخل تو سبھی کے نفوس کے ساتھ لگا ہے ۱۲ منہ

کے وقت لوگوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہوتا ہے اور رستہ چلنا دشوار ہے میں نے ایک نواب
صاحب کو دیکھا کہ دو گھوڑوں کی بگھی پر سوار ہیں۔ دو سوار آگے دو پیچھے۔ سائیس اور سوار بہتیرا ہمیڑ کو ہٹانا چاہتے
ہیں لوگ ہٹو بڑھو کا غل سن کر پیچھے کو مڑ کر دیکھ تو لیتے ہیں مگر جگہ سے نہیں ٹلتے۔ اتنے میں تو ایک گورا آتا ہوا
دکھائی دیا۔ اکیلا۔ موُنہ میں پیپ اور ہاتھ میں تین چار فٹ کا بید۔ وہ نہ ہٹو کہتا ہے اور نہ بڑھو کہتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے
کہ سیٹی بھی نہیں بجاتا۔ مگر لوگ ہیں کہ آپ سے آپ کائی کی طرح پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیا۔ قومی حکومت قومی رعب
پھر ان کی قوم کا چمار بھی ہے تو بھی کہلائے گا صاحب ہی۔ یہ کیا۔ قومی عزۃ قومی ادب۔ پھر ہمارے فقیر بہروپ
گھر سے چلا یا کریں۔ دعائیں دیں بنا بنا کر سنائیں جسمانی روگ کھائیں کسی نے بہت دیا تو ایک پیسہ بھی
جمعہ رات کے دن۔ لیکن اگر انگریز لوفر جا کھڑا ہو تو دور سے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور بے دریغ کم سے کم ایک
ابیض منقوش اسکی نذر کریں۔ یہ کیا۔ قومی اقبال قومی تمول۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک قوم کی اکثر افراد کو ایک نعمۃ
حاصل ہوتی ہے اُس قوم کی ساری افراد پر کم و بیش اُس نعمۃ کا اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ مجکو ساری عمر انگریزوں کی سوسائٹی
میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر طالب العلمی کے زمانے میں نوکری کی حالتمیں انگریزوں سے سابقہ پڑتا رہا
ہے اور اب کہ مجکو اتنی انگریزی آتی ہے کہ ہر قسم کی کتابیں اور اخبار سمجھ لیتا ہوں تو جتنی دیر انگریزی کتاب یا
اخبار دیکھتا ہوں تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر انگریزی سوسائٹی میں ہوں۔ اور ہاں نیچریوں سے ملاقاۃ ہے
دوستی ہے گو کھان پان نہیں۔ ان کی سوسائٹی بھی من وجہ انگریزی سوسائٹی ہے بلکہ انگریزوں سے تو ایٹیکٹ
(آداب مجلس) کا کوئی فرلضیہ متروک بھی جائے نیچریوں سے کسی مستحب کا متروک ہونا بھی ممکن نہیں۔ شریعۃ کی پابندی
جیسی نو مسلم سے ہو سکتی ہے موروثی مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ غرض انگریزوں کے حال سے مجکو پوری آگہی نہیں
تو محض ناواقفیۃ بھی نہیں۔ میں نے بعض انگریز تو نہایۃ لائق دیکھے اور اکثر ہماری طرح کے معمولی آدمی۔ تو مجکو حیرۃ
ہوا کرتی تھی کہ یہی لوگ ہیں اور ایسے ہی لوگ ہیں تو یورپ میں طوفان ترقی کہاں سے آگیا ہوگا جیسا کہ ان لوگوں
کی صنعۃ و ایجاد سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی تو عموماً ہماری ہی طرح کے ہیں کچھ ایسا
بڑا تفاوت نہیں مگر ان میں تعلیم یافتہ اکثر ہیں اور عموم تعلیم کا سوسائٹی پر ایسا اثر پڑا ہے کہ جو وہاں کا جاہل ہے وہ
صرف اس وجہ سے جاہل سمجھا جاسکتا ہے کہ اُس نے سبقاً سبقاً سکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ مگر وہاں کی سوسائٹی
بجائے خود معلم کا حکم رکھتی ہے اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے باتوں باتوں میں لوگ ایک دوسرے سے بہت کچھ
سیکھ لیتے ہیں۔ تم لوگ جو تعلیم کے لیے کوشش کر رہے ہو شخصی تعلیم کے لیئے کر رہے ہو وہ بھی سسک سسک کر

قومی تعلیم کے نہ تم فائدے سمجھتے ہو نہ تم اسکی قدر کرتے ہو۔ اور جب سرے سے قدر ہی نہیں کرتے تو اُسکے لیئے کوشش کیوں ہو۔ ہم میں جو بڑا روشن خیال ہے وہ یہ تو کرے گا کہ اپنے بیٹوں بھتیجوں رشتہ داروں کو تعلیم دلانا چاہتا ہے۔ غرض اُس کی کوشش اُسکے گھر کے اندر ہی محدود ہے مگر قوم اُسکے گھر کے باہر تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے اُس کا ذہن ہی اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ اُسکے عزیزوں کے تعلیم پا جانے سے قوم تعلیم یافتہ نہیں ہو جاے گی اور جب تک قوم تعلیم یافتہ نہ ہو شخصی تعلیم کی برکتیں بھی محدود رہیں گی جیسے وہ تعلیم خود محدود ہے۔ اس وقت کی تعلیم میں یہ بڑا نقص ہے کہ اُسکی غرض و غایۃ نوکری ہے اور ابھی سے لوگوں نے بڑبڑانا شروع کر دیا ہے کہ تعلیم یافتہ بھی بے معاش پڑے پھرتے ہیں شکر ہے کہ بدمعاش نہیں پڑے پھرتے۔ اور یہ شکایۃ بالکل صحیح ہے تعلیم کی گدگدی پیدا ہوتے دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ ری ایکشن (اُلٹا لوٹنا) شروع ہو گیا یعنی تعلیم کی طرف سے لوگوں کو اُلٹی بے دلی ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کا علاج کرنا نہایۃ ضرور ہے۔ سو جس طرح سے جلے ہوئے کو آگ سے سینکتے ہیں وہ بے دلی جو تعلیم کی طرف سے پیدا ہو چلی ہے اُسی کا علاج ہے تعلیم۔ میں اِسکی و مذہبی سندیں لکھتا ہوں ایک شخص کو دستوں کی شکایۃ تھی وہ آں حضرۃ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں دوا پوچھنے آیا۔ اُن لوگوں کو آں حضرۃ کے ساتھ عقیدہ ہی اس قسم کی تھی کہ دنیا اور دین دونوں میں پیغمبر کو اپنا راہ نما سمجھتے تھے اور واقع میں وہ تھے بھی اب ایسے مسلمان رہ گئے ہیں کہ پیغمبر کی دینی تعلیم میں بھی چون و چرا کرتے ہیں۔ بعض صریح دیکھنے میں ایمان کو تسلی نہیں ہوتی۔ خیر تو وہ شخص دستوں کی دوا پوچھنے آیا۔ آپنے شہد کے پینے کو فرمایا اس واسطے کہ خدا نے شہد کے حق میں فیہ شفاء للناس فرمایا تھا۔ شہد کا پینا تھا کہ دست اَور بھی چھوٹ پڑے۔ پھر دوڑا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا وہی شہد پیئے جاؤ۔ جوں جوں شہد پیتا تھا دست زیادہ ہوتے جاتے تھے اور وہ بار بار شکایۃ کرتا تھا اور اِدھر سے شہد ہی کی ہدایۃ ہوتی تھی یہاں تک کہ آپنے فرمایا تیرا پیٹ جھوٹا ہے۔ جا شہد ہی پیئے جا۔ آخر کار جب کامل تنقیہ ہو چکا دست آپ سے آپ بند ہو گئے۔ کسر کے رہتے شہد مسہل تھا مادہ فاسد کے اخراج کے بعد وہی شہد قابض بن گیا۔

اسی طرح ایک شخص نے عسرۃ کی شکایۃ کی اور وہ تھا مجرد۔ آپنے فرمایا نکاح کر لو۔ وانکحو الایامی منکم والصلحین[۱] من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔ نکاح کیا تو جورو کے نان نفقے کا بوجھ بڑھا۔ اَور تنگی ہوئی۔ پھر شکایۃ کی۔ فرمایا ایک نکاح اَور۔ غرض آخر کار تعدد نکاح سے خدا نے اُسکو برکۃ دی۔ ایسا معلوم

[۱] اور اپنی رانڈوں اور اپنے رنڈوؤں اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک بخت ہوں اُنکے نکاح کر دو اگر محتاج ہونگے تو اللہ انکو اپنے فضل سے غنی کر دیگا ۱۲ منہ

ہوتا ہے کہ وہ حد درجے کا کاہل رہا ہوگا۔ خانہ داری کی جنتری میں بے نکلا سیدھا ہو گیا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر تعلیم تنگی معاش کا سبب ہے تو اور پڑھو یعنی ہزار نے پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھایا تو ہزار اور پڑھیں اور اسی طرح ہزار ہزار پڑھتے جائیں یہاں تک کہ سب پڑھ جائیں۔ پانی کو جمع ہونے دو وہ اپنا رستہ آپ کرے گا۔ جب لوگ کثرت سے تعلیم یافتہ ہوں گے اور نوکری ملے گی نہیں تو وہ آپ معاش کے دوسرے دوسرے ذرائع ڈھونڈ نکالینگے اور تبھی قوم کو آسودگی اور ترقی ہوگی۔ کیوں لال عقل کے منتظر ہو۔ سیدھی سی بات یہی کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم میں اور یورپینز میں کوئی وجہ فارق نہیں۔ جیسے آدمی وہ ویسے آدمی ہم۔ اگر وہ سرد ملک کے رہنے والے اور گورے ہیں اور ہم گرم ملک کے رہنے والے اور کالے۔ تو مقام اور رنگ کے اختلاف کو ترقی میں کچھ بھی دخل نہیں۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو اُن میں ہے اور ہم میں نہیں۔ اور جو اُن کی ترقی اور ہماری پس ماندگی کا سبب واقع ہوئی ہے۔ ہاں تو وہ چیز تعلیم ہے کہ وہ ایجوکیٹڈ (تعلیم یافتہ) اور ہم ان ایجوکیٹڈ (جاہل) ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قوم ایک رستے پر پڑ لینے سے کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ گئی ہے تو ہم کو بھی آنکھ بند کر کے اُسی رستے پر پڑ لینا چاہیئے۔ یعنی اِس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حمایت کا یہی ایک متعین پیرایہ ہے کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے۔ سو کچھ کوشش ہو بھی رہی ہے مگر کوانٹٹی (مقدار) اور کوالٹی (درجہ) کے لحاظ سے ناکافی۔ کچھ خبر بھی ہے وہ وقت سر پر چلا آرہا ہے کہ جس علم کے حاصل کرنے کے لیئے تم سے کہا جاتا ہے اور تم نہیں سنتے ایک دن وہی علم جہل کی طرح بے قدر ہوگا۔ اسواسطے کہ دریافت اور ایجاد کے اعتبار سے اہل یورپ کا کچھ بہرہ سا کھل گیا ہے یورپ کے مقابلے میں تو خدا کی طرف سے اسکو فیصل شدہ سمجھو کہ تم اُنکے غبار کو بھی نہیں پاسکتے اور کیونکر پاسکو گے کہ تم ابھی جگہ سے کھسکے تک نہیں اور وہ لوگ تم سے سو برس یعنی کم سے کم دو نسل کے پہلے کے چلے ہوئے ہیں پہلے پیدل تھے پھر سوار ہوئے اور سوار ہوئے تو پہلے گام پھر دُلکی پھر سرپٹ اور اب تو اکسپرس (سب سے زیادہ تیز ریل) میں اُڑے چلے جاتے ہیں۔ کہیں وہی تو نہ ہو جائے جیسا عوام کو شبہ ہوا تھا کہ تار میں اندر اندر جادو کی پتلیاں دوڑتی ہیں۔ اور جب ہم تار کی مشینری (کل) ہی سے واقف نہیں تو ہم سے عوام بہتر کہ اُنھوں نے آخر ایک ڈھکوسلا گھڑ تو لیا تھا۔ پس اگر کسی نے تعلیم کی غرض و غایت یہ سمجھی ہو کہ ہم اہل یورپ کی برابر ہو جائیں تو اسکی نسبت میں یہی کہہ سکتا ہوں ع این خیال ست و محال ست و جنوں ✦ ہاں اہل یورپ تعلیم کے جس درجے پر اب ہیں اُسکے آدھے تہائی چوتھائی پر بھی ہم پہنچ جائیں تو ہمارے بدنصیب ملک ہماری بدنصیب قوم کے بھاگ کھل جائیں وہی جیسا خدا نے اہل کتاب کے لیئے فرمایا تھا۔ ولو انہم اقاموا التورٰیۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم

ومن تحت ارجلہم کہیں اقاموا التوریۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم کے یہی معنی تو نہ تھے کہ سائنس پڑھو کیونکہ اکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم تو اس درجے کا ہے کہ خدا انکرے کہیں تخمہ نہو جائے۔ غرض اسلام کی حمایۃ کا ایک پیرایہ تو انگریزی تعلیم کا رواج دینا ہے۔ سو اس لائن (رستے) میں جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے وہ اسی قدر ہے کہ نہ کرنے سے کچھ بہتر ہے مگر چاہو کہ اس سے حصول مدعا ہو سو ہونا نہیں۔ اب اسلام کی حمایۃ کا ایک دوسرا پیرایہ اور ہے اور وہ تعلیم کے رواج دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر یہ خوشی کی بات نہیں تو جس پیرایے میں اسکو میں ادا کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا تو ضرور نیا ہے کہ میں نے نہ دیکھا نہ سُنا۔ میں پوچھتا ہوں دنیا میں اسلام کے جاری کرنے سے خدا کا کیا مطلب تھا۔ بے شک پیغمبر صاحب آخر الزمان کی بعثت کے وقت ادیان کی بہت ہی تباہ حالت تھی۔ عمل تو رہے دوسرے درجے میں اہل کتاب تک کے معتقدات خراب ہو گئے تھے اور معتقدات بھی جنت اور دوزخ اور آسمان اور فرشتوں اور شیطان کے بارے میں نہیں بلکہ خود بڑی سرکار یعنے خدا کے بارے میں وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ[1] اس سے زیادہ اہل کتاب کے معتقدات کا فساد معلوم کرنا ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرو۔ غرض تمام ادیان کیا اہل کتاب اور کیا غیر اہل کتاب سب جادۂ استقامت سے منحرف تھے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ہمیشہ سے مہربان ہے اور ہمیشہ مہربان رہیگا کتب علے نفسہ الرحمۃ[2] ان کی یہ تباہ حالت دیکھ نہیں سکتا تھا اور زمانے کا رنگ پکار رہا تھا کہ کسی پیغمبر کا آنا ضرور ہے اور وہ پیغمبر **محمد** صلعم تھے جنھوں نے ملک عرب میں ظہور کیا اسلیئے کہ عرب خرابی اور تباہی اور فسادات کا سنٹر (مرکز) تھا۔ غرض اسلام کے جاری کرنے کا ایک مطلب یہ تھا۔ لیکن ایک مطلب اہم اور بھی مضمر تھا جسکی طرف میں آپ صاحبوں کی توجہ کو مصروف کرنا چاہتا ہوں۔ میں ابھی اسکو بیان کرونگا۔ لیکن لوگوں کے شوق کو ذرا مشتعل ہو لینے دو (لکچرار نے اس وقفے میں گلو تر کرنے کو چاء پی)

وہ مطلب یہ تھا کہ ساری دنیا میں ذرا ان لفظوں کو دھیان میں رکھنا ساری دنیا میں ایک کامن برادرہڈ (اخوۃ عامہ) قائم ہو تمام بنی آدم اس برادرہڈ کے ممبر بنائے جائیں اور جملہ اختلافات دور ہو کر ساری دنیا میں امن آ جائے عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ پیغمبر کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لیئے معجزوں کا دکھانا ضرور ہے لیکن یہ ایک ادنے درجے کا خیال ہے چشم بصیرۃ میں خدا نور دے تو خود پیغمبر اپنی صداقت کی دلیل ہے۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب **بیت** در دل ہر قوم کش از حق مزہ ست ٭ روو آواز پیغمبر معجزہ ست ٭ وہ حکایۃ تو سنی ہوگی

[1] اور یہود لگے کہنے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ لگے کہنے مسیح اللہ کے بیٹے ہیں ۱۲ منہ [2] اللہ نے بندوں پر مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے ۱۲ منہ

جس دن پیغمبر صاحب ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ سارے مدینے میں غل
تھا اور لوگ جوق جوق حضرت کے دیکھنے کو چلے آتے تھے۔ میں اپنے نخلستان میں تھا میں نے جو پیغمبر صاحب کا
آنا سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بھی پیغمبر صاحب کو دیکھنے گیا۔ بس دیکھنا تھا کہ میرے دل نے گواہی دی واللہ ما[1]
ھذا بوجہ کذاب۔ اور فی الحقیقۃ خدا نے آدمی کے دل اور اسکے بشرے میں ایک تعلق رکھا ہے کہ بشرے سے
دل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسی پر مبنی ہے علم قیافہ۔ اور اسی سے فرمایا ہے[2] اتقوا من فراسۃ المؤمن
فانہ ینظر بنور اللہ تو جس طرح عبداللہ بن سلام نے پیغمبر صاحب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ اس شکل و صورت
کا آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ میں نے بھی معجزات سے قطع نظر کر کے دوسری دوسری وجوہ سے پیغمبر صاحب کی
صداقت کی طرف سے اپنے تئیں مطمئن کر لیا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ تمام دنیا میں کامن برادرہڈ قائم کرنے کا عمدہ اور
وسیع خیال پیغمبر کے سوائے ما و شما کسی کے دل میں آ ہی نہیں سکتا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ان کا سینہ
خدا نے کھول دیا تھا۔ الم نشرح لک صدرک[3] تو ویسے ہی عالی انکے خیالات تھے۔ اب رہی یہ بات کہ پیغمبر صاحب
نے اسلام کے جاری کرنے سے ساری دنیا میں ایک کامن برادرہڈ قائم کرنی چاہی تھی اس کا ثبوت۔ ہاں اور
اس کا ثبوت ہے عموم رسالت۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس[4] اور قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا[5]
الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحیی و یمیت ساری دنیا کا ایک خدا ایک پیغمبر اور ساری دنیا کا
ایک دین ہو اور اس دین کا اصل الاصول ہو انما المؤمنون اخوۃ[6] تو یہی ساری دنیا کی کامن برادرہڈ ہے۔ اب میں
دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب نے اس کامن برادرہڈ کے قائم کرنے کے لیئے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کی تھیں
سب سے بڑی تدبیر تو یہ تھی کہ انھوں نے اسلام کی بنیاد ایسے آسان اور سلیس اور عام فہم عقیدے پر رکھی جس سے
کسی فرد بشر کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ عقیدہ ساری دنیا کا مجمع علیہ ہے۔ وہ کیا عقیدہ ہے لا الہ الا اللہ
اسکے لیئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ یہ کسی ثبوت کا محتاج ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص جامہ بشریت پہنے
اور لا الہ الا اللہ کا معتقد نہ ہو۔ انسان کی خلقت ہی اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس کا دل خود بخود لا الہ الا اللہ
کی گواہی دیتا ہے ازبسکہ اسلام غیر مذہب بلکہ مذہب مخالف سمجھا گیا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ شہیر اسلام کا ماٹو

---

[1] بخدا اس شخص کا منہ جھوٹے آدمی کا سا منہ تو نہیں ہے ۱۲ منہ [2] ایماندار کی انٹل سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ نور خدا کی روشنی سے دیکھتا ہے ۱۲
[3] اے پیغمبر کیا ہم نے تمہارے خیالات وسیع نہیں کیئے ۱۲ منہ
[4] اے پیغمبر ہم نے تو تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۱۲ منہ
[5] اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف خدا کے یہاں سے بھیجا گیا ہوں وہ خدا جو آسمان و زمین کا مالک ہے اسکے سوائے کوئی معبود نہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے ۱۲ منہ [6] مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۲ منہ

(شعار) بلکہ اسلام کا مرادف اِس وجہ سے لوگ لاالٰہ الا اللہ سے بھنّاتے ہیں۔ ورنہ جتنے خدا کے ماننے والے
ہیں سب لاالٰہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ لاالٰہ الا اللہ کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہے اور خدا ہے تو وہ اپنی ذات اور
صفات میں یگانہ بھی ہے۔ ورنہ وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اسی
قاعدے کو ذرا اَور پھیلاؤ۔ ذرا اس میں اَور تعمیم کرو تو کیا ہو جائے گا دو خدا در عالمے نگنجند [1]لو کان فیھما الھۃ الا اللہ
لفسدتا۔ بات وہی ہے دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند کا سکیل چھوٹا ہے اور لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا
کا سکیل بڑا۔ غرض خدا ہے تو وہ اکیلا ایک بھی ہے۔ وحدہ لاشریک لہ۔ وہی ہمارا پیدا کرنے والا جلانے
والا اور روزی دینے والا ہے۔ یہ سب لوازم خدائی ہیں۔ اور پیدا کرنے والا جلانے والا روزی دینے
والا ہے تو وہ ہماری سب سے بڑی تعظیم سب سے زیادہ احسان مندی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اور یہی عبادۃ
ہے یہی پرستش ہے اور یہی پوجا ہے۔ بس یہ اسلام ہے اور یہ لاالٰہ الا اللہ ہے۔ جس کا اتنا سارا غل پڑا
ہوا ہے۔ اِس وقت آڈئینس میں سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں کوئی ایک تو اپنی نسبۃ کھڑا ہو کر کہے کہ میں
خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہوں تو اسکو مستحق تعظیم نہیں جانتا۔ اور اس آڈئینس پر کیا موقوف ہے۔ اِس سرے سے
اُس سرے تک ساری دنیا چھان مارو ایک متنفس کو منکرِ خدا نہ پاؤ گے۔ مگر یہ کہ اُسکے دماغ میں فتور ہو۔ کون کہہ
سکتا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اپنے ارادے سے زندہ ہے اور اپنے ارادے سے مریگا۔ وہی پانی برساتا
وہی مخلوق کو روزی دیتا ہے [2]افلم ینظروا فی ملکوت السموات والارض ادنےٰ تامل میں انسان کو اپنی درماندگی
اور بے اختیاری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی درماندگی اور بے اختیاری خدا کو منواتی ہے حقیقۃ میں میری
سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص خدا کا قائل ہو وہ کیوں اسلام کا قائل نہو۔ کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھے اور کیوں
اپنے تئیں مسلمان نہ کہے۔ اور کیوں مسلمان اسکو مسلمان نہ سمجھیں۔ بیشک اسلام میں خدا کے ماننے کے علاوہ
اَور بھی باتیں ہیں۔ مسلمانوں کی عبادۃ کے خاص طریقے ہیں مسلمانوں میں بعض چیزیں حلال ہیں اور بعض چیزیں
حرام۔ غرض مسلمانوں کی شریعۃ ایک علٰحدہ شریعۃ ہے۔ لیکن اصل اسلام وہی لاالٰہ الا اللہ یعنی خدا کا ماننا ہی
اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو اسمیں عذر ہو تو مہربانی کر کے ذرا تکلیف کریں اور کھڑے ہو کر [3]من قال لاالٰہ
الا اللہ دخل الجنۃ کے معنی سمجھائیں۔ جو لوگ اصل نسل کے مسلمان ہیں ان میں بھی بعض خدا کے بندے بلکہ

---

[1] زمین و آسمان میں کئی خدا ہوتے تو دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے ۱۲
[2] کیا لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر نظر نہیں کی ۱۲
[3] جو لاالٰہ الا اللہ کا قائل ہے جنتی ہے ۱۲

اکثر خدا کے بندے نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے اور بہت سے کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ باایں ہمہ وہ مسلمان سمجھے جاتے اور اُنکے ساتھ مسلمانوں کی سی مدارات کیجاتی ہے لیکن ہمنے دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں ہمیشہ مضایقہ کیا ہے۔ گویا ہم ایک طرح کے ہندو ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی فرد بشر بنکر خدا نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اُسکے دماغ میں فتور ہو سو لاپروائی اور غفلت اور غلط فہمی کو کہیں انکار نہ سمجھ لیجیے گا۔ قرآن میں انسان کی فطرۃ کا بیان کئی جگہ ہے ازاں جملہ ایک مقام پر فرماتے ہیں هو[1] الذی یسیرکم فی البر والبحر حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بهم بریح طیبة وفرحوا بها جاءتها ریح عاصف وجاءهم الموج من کل مکان وظنوا انهم احیط بهم دعوا الله مخلصین له الدین لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق یا ایها الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوة الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون - اس سے کیا معلوم ہوا کہ آدمی خوشحالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ہاں جب اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اُسکی اصلی فطرۃ کھل پڑتی اور وہ خدا کے آگے ناک رگڑنے لگتا ہے۔ اور یہی سبب ہوا ہے کہ بزرگان دین نے بڑی مصیبت مند زندگیاں بسر کی ہیں۔ اور نہیں تو ریاضات اور مجاہدات کی مشقتیں اختیار کر کے اپنے تئیں تکلیف میں رکھا ہے۔ ہم تو سنکر خدا اُسکو سمجھیں کہ حتی[2] اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انه الفراق والتفت الساق بالساق کا وقت ہو اور یہ اپنی ہیکڑی پر جا رہے ورنہ **قطعہ** شب دلارام سے گزرتی ہے * صبح اُٹھ جام سے گزرتی ہے * عاقبت کی خبر خدا جانے * اب تو آرام سے گزرتی ہے * یہ ساز و سامان ہیں تو خدا کا سے کو یاد آنے لگا۔ یہی حال تو فرعون کا بھی ہوا تھا کہ ساری عمر انا ربکم الاعلی (میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں ۱۲) پکارا کیا ڈوبنے کو ہوا تو ساری شیخی جھڑ گئی۔ حتی اذا ادرکه الغرق قال امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین (یہاں تک کہ جب اُسکو ڈوبنے نے آ دبایا تو لگا کہنے کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اب میں بھی اسپر ایمان لاتا ہوں کہ اسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور اب میں اسکا حکم ماننے والوں کا ۱۲) اور فرعون کی کیا تخصیص ہے ہیچ کس از ما کم از فرعون نیست * لیکن او را عون ما را عون نیست

ع تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں * خدا جو انسان کی فطرۃ بیان کرے وہی صحیح الا[3] یعلم من خلق وہ فرماتا ہے فاقم[4] وجهک للدین حنیفا فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن اکثر

---

[1] وہی خدا تمکو خشکی میں اور پانی میں چلاتا پھرتا ہے چنانچہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ تمکو باد موافق کی مدد سے لیکر چلتی ہے اور لوگ خوش ہوتے ہیں یکایک باد سخت کا جھونکا کشتی کو آ ٹکراتا ہے اور لہریں ہیں کہ ہر طرف سے لوگوں پر آنے لگتی ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ اب تو بُرے آگھرے تو سچے دیندار بنکر خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر ہمکو اس بلا سے بچا دے تو ہم تیرے شکر گزار بندے ہو کر رہیں گے پھر جب خدا انکو بچا لیتا ہے تو خشکی پر پہنچ کر ناحق ناروا بغاوت کرنے لگتے ہیں لوگو اس بغاوت کا وبال تم ہی پر پڑیگا دنیا کی زندگی کے چندروزہ فائدے اٹھا لو پھر تو تمکو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اُسوقت ہم تمکو بتا دیں گے کہ دنیا میں تم کیسے عمل کرتے رہے ہو ۱۲

[2] یہاں تک کہ جب جان بدن سے نکل کر جنبہ گردن میں آکر اٹک جائے اور مرنے والے کے بیمار دار چلا اٹھیں کہ کسی کو ایسا منتر بھی یاد ہے کہ بیمار کو بچا لے اور خود بیمار کو یقین ہو جائے کہ بس اب دنیا سے مفارقت ہوئی۔ اور ایک پاؤں کی پنڈلی دوسرے پاؤں کی پنڈلی سے ملکر لگے اینٹھنے ۱۲

[3] کیا ہو سکتا ہے کہ جو خدا مخلوق کو پیدا کرے وہی مخلوق کے حال سے واقف نہو ۱۲

[4] تو اے پیغمبر ایک خدا کے ہو کر اس دین الٰہی کی طرف کو اپنا رخ کرو یہ خدا کی بنائی ہوئی ساخت ہے جسکے مطابق لوگوں کو بنایا ہے اللہ کی ساخت کو کوئی نہیں بدل سکتا یہی پکا دین ہے مگر اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں ۱۲

الناس لا یعلمون اور حدیث میں آیا ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ثم ابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ[1]
تو قرآن اور حدیث سے کیا معلوم ہوا کہ تمام آدمی فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور فطرۃ اسلام وہی خدا کا
ماننا ہے اور بس۔ اور فطرۃ بدلی نہیں جاتی۔ اور جو خدا کو مانے وہ جنتی ہے۔ ذرا ان مقدمات کو ذہن میں
جمع کرو تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آدمی جنتی ہیں۔ مگر یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ ایک مرتبہ بڑا غل مچا کہ پہاڑ
بچہ دینے والا ہے۔ یہ سن کر ایک خلقت ٹوٹ پڑی کہ ماں کا یہ پھیلاؤ ہے تو دیکھیں بچہ کتنا بڑا ہوتا ہے
آخر انتظار بسیار کے بعد ایک چوہیا نکلی۔ لوگ کھسیانے ہو کے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ مذہب نے دنیا
میں ایسی ہی ہلچل مچا رکھی ہے اور ٹٹولا تو بات کیا نکلی کہ دین اسلام دین قیم ہے اور انسان اسپر مجبول و مفطور
ہے۔ لیکن میں نے کوئی آیۃ نہیں بنالی اور میں بیچارہ کم سواد کیا آیۃ بناتا جب بڑے بڑے فصحاء عرب
دم نہ مار سکے۔ تو میں نے کوئی آیۃ نہیں بنالی کوئی حدیث وضع نہیں کر لی۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ[2]
مقعدہ من النار کا وعید یاد ہے۔ نتیجہ جو نکالا جس کا جی چاہے اسکو منطق کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے۔ اسمیں بھی
شک کرنے کی جگہ نہیں کہ ہم اپنی جگہ غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ خدا کی گواہی انسان کی فطرۃ میں داخل ہے
وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم[3] اور جب خدا کو منظور تھا کہ اسلام یونیورسل رلیجن ہو یعنی ساری دنیا کا
ایک دین ہو اور اسکا نام ہو اسلام تو ضرور تھا کہ اسکے لیئے اصول بھی ایسے عام اختیار کیئے جائیں کہ کوئی فرد
بشر انکے احاطے سے باہر نہ رہنے پائے اور ایسے اصول بے انضمام فطرۃ بن نہیں سکتے۔ اور ہم قرآن پر نظر
کرتے ہیں تو اسمیں اسلام کے فطری ہونے کی دلیلیں اس کثرۃ سے ہیں کہ گویا سارے قرآن کا یہی ایک مطلب
ہے یا ایک مطلب نہیں تو ترجیح بند ہونے میں تو شک بھی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو نزول قرآن کی غرض و غایۃ ہی
یہی تھی۔ خدا نے استدلال کا طرز ہی یہ اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کی فطرۃ سے گواہی دلوا کر اپنی ذات و صفات
کا اقرار کراتا ہے۔ میں نمونے کے طور پر قرآن کا ایک مقام صرف ایک مقام پڑھتا ہوں امن خلق السموات[4]
والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا ءالہ مع اللہ بل
ھم قوم یعدلون۔ امن جعل الارض قرارا وجعل خلالھا انھارا وجعل لھا رواسی وجعل بین البحرین حاجزا ءالہ[5]

---

[1] جتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں سب اسلام کی فطرۃ پر پیدا ہوتے ہیں پھر اُن کے ماں باپ چاہیں اُنکو یہودی بنائیں یا نصرانی بنائیں یا مجوسی بنائیں ۱۲

[2] جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے وہ پہلے دوزخ میں اپنا ٹھکانا کر لے ۱۲

[3] یقین لانے والوں کے لیئے زمین میں اور خود اُن میں خدا کی قدرۃ کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں ۱۲

[4] بھلا کس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیئے آسمان سے پانی برسایا پھر پانی سے خوشنما باغ اُگائے کہ تم سے تو نہ بن پڑتا کہ باغوں کے درخت اُگا کھڑے کرتے کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ یہ لوگ راہ حق سے پھرے ہوئے ہیں ۱۲

[5] بھلا کس نے زمین کو لوگوں کے ٹھیرنے کی جگہ بنایا اور کس نے اسکے بیچ بیچ میں دریا بہائے اور کس نے زمین کے لیئے پہاڑوں کے لنگر بنائے اور کس نے دو دریاؤں یعنی زمین کو حد فاصل قرار دیا کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ ان میں اکثروں کو سمجھ نہیں ۱۲

مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون - امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلاً ما تذکرون امّن یھدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ ءالٰہ مع اللہ تعالی اللہ عما یشرکون امّن یبدؤ الخلق ثم یعیدہ ومن یرزقکم من السماء والارض ءالٰہ مع اللہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین - دیکھو توخدا کی ہستی اور توحید کیسی ساتھ ساتھ چل رہی ہیں - اگر اس قسم کی آیتیں بالاستیعاب پڑھ سُنانی چاہوں تو اس سے کہیں زیادہ آسان ہوگا کہ پرسوں اترسوں سے رمضان شروع ہونے والا ہے - جابجا حفاظ نماز تراویح میں قرآن سنائیں گے تم اُنکے پیچھے دھیان کرتے جانا کہ کس کس ڈھب سے خدا اپنی ہستی اور قدرۃ اور اپنی وحدانیتہ کے ثبوت دیتا ہے مگر ماحصل سب کا وہی ہے جیسا میں نے کہا کہ خدا انسان کی فطرۃ سے گواہی دلوا کر اپنی ذات اور صفات کا اقرار کراتا ہے - لیکن عربی نہیں سمجھتے تو حافظ کے پیچھے دھیان ہی کیا کروگے - مجھسے ترجمہ پوچھنا چاہوگے اول تو میں ٹھیرنے والا نہیں اور ٹھیرتا بھی تو نہ بتاتا میں نے تو اُسکو اپنی چڑ بنا رکھا ہے کہ مُسلمان کو عربی کے معنی سمجھاؤں - کوئی شخص مسلمان ہو کر عربی کیوں نہیں پڑھتا - بے شک تم عربی سنکر ترجمے کے لیئے بیقرار ہوتے ہو - مگر بلا سے - میرے اختیار میں تو تمھارے عربی نہ جاننے کی اتنی ہی سزا ہے - وہ تو میں دے کر رہونگا بُرا مانو یا بھلا مانو - غرض اسلام کے فطری ہونے میں تو کچھ بھی کلام نہیں - اب رہی یہ بات کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مُسلمان کیوں نہیں ہوگئی - اسمیں زیادہ تر اُن ہی لوگوں کا قصور ہے جن کو اسلام سے گریز ہے - اور کسیقدر خود مُسلمانوں کا بھی - واقع میں بڑی حیرۃ کا مقام ہے کہ کیوں لوگوں نے اسلام سے گریز کیا اور کیوں ابھی تک گریز کر رہے ہیں - اگر لوگ دو اور دو کا چار ہونا بلا عذر تسلیم کرتے ہیں تو کیوں نہیں اسلام کا دین حق ہونا تسلیم کرتے ہیں تو دونوں باتوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتا جیسا دو اور دو کا چار بدیہی ویسے ہی اسلام کا دین حق ہونا بدیہی - مگر یہیں سے تو انسان کی اصل حقیقۃ کھلتی ہے کہ وہ کیسا متعصب اور ضدی اور جھگڑالو اور خود پسند اور سوسائٹی اور رسم و رواج کا مغلوب ہے - میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ جس دن خدا نے پیغمبر صاحب کو خلعتہ پیغمبری سے سرفراز فرمایا اُنھوں نے بتقاضاے بشریت ایسا سمجھا ہو تو عجب نہیں کہ جس خدمتہ پر میں مامور ہوا ہوں

ف۵ بھلا کون بے قرار ہو کر جو اپنی مدد کے لیئے دوسرے کو بُلاتا ہے کون ہے جو اُسکی فریاد سنے اور اسکی شکایت رفع کر دے اور تمکو زمین میں پچھلوں کا جانشین کرے کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ تم لوگ سوچتے نہیں ۱۲ ف۶ بھلا کون ہے جو تمکو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتے اور کون باران رحمت سے آگے آگے ہواؤں کو بارش کی خوش خبری سنانے کے لیئے بھیجتا ہے کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے تمہارے شرک سے اللہ کی شان بہت بلند ہے ف۷ بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا اور پھر اسکے پیچھے دوبارہ پیدا کرتا ہے اور کون آسمان و زمین سے تم کو روزی دیتا کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ سچے ہو تو اپنی دلیل لا پیش کرو ۱۲

اِس کا سرانجام ہونا کیا بڑی بات ہے۔ یہی نہ کہ لوگوں سے خدا کے ہونے کا اقرار کرالیا جائے۔ سو ایسا کون کوڑ مغز ہوگا کہ ایسی موٹی بات بھی اُسکی سمجھ میں نہ آئے۔ مُونہ سے نکالنے کی دیر ہے لوگ تو اسلام پر ایسے گرینگے جیسے شہد پر مکھیاں یا شمع پر پروانے یا آج کل کی باتوں میں سے لو تو تعلیم انگریزی پر پارسی اور بنگالی بات تو واقع میں ایسی ہی تھی مگر جہاں سے اسلام شروع ہوا یعنی عرب وہ لوگ تھے پرلے درجے کے اکھڑ حسد اور غرور اور بے رحمی اور ظلم اور مکر اور دغا اور جھوٹ اور بے حیائی اور فواحش اور چوری اور راہزنی اور شراب خواری اور قمار بازی اور بدکاری غرض جتنے عیب انسان میں ہو سکتے ہیں سبھی تو اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ "لکچرار نے اپنے مسدس میں سے عرب کے حالات کے چند بند پڑھکر سُنائے۔ یہ مسدس لکچرار کی کتاب محصنات یعنی فسانہ مبتلا کے آخر میں جزو کتاب ہے اور علٰحدہ بھی باضافہ چند بند "اتمام حجہ" کے نام سے چھپ گیا ہے"۔

ایسے لوگوں کو دین سے کیا تعلق خدا سے کیا سروکار۔ باوجودیکہ ابھی نماز کو نہیں کہا روزے رکھنے کا حکم نہیں دیا زکوٰة کی چٹی نہیں ڈالی اسپر بھی مجرد خدا کا نام سنتے کے ساتھ ساری بھڑیں چھتوں میں سے نکل پڑیں۔ اور کم بختوں نے پیغمبر صاحب کی زندگی دشوار کردی۔ لیکن پیغمبر صاحب صرف اتنے آسرے پر کہ جو میں کہتا ہوں ان ہی کے فائدے کی کہتا ہوں۔ اور بات ہے معقول یہ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں سمجھیں گے پر سمجھیں گے تمام تکالیف کو حسبةً للہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کیا ماننے والے تھے احمقوں نے پیغمبر صاحب کے افہام و تفہیم کو اپنی اور اپنے بڑوں کی تحمیق اور اپنے بتوں کی تذلیل سمجھا اور کہا جو کچھ مُونہ میں آیا اور کیا جو کچھ اُن سے کرتے بن پڑا۔ یہ نہیں کہ ان کو دین اسلام کے حق ہونے میں کچھ کلام تھا۔ اسمیں کلام کی گنجایش ہی کیا تھی۔ مگر مارے حسد اور غرور کے وہ اس عار کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ہم اور دوسرے کے سمجھانے سے سمجھیں وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا[1] وہ تو یوں کہو کہ پیغمبر صاحب قریش کے سب سے بڑے سرداروں کے خاندان کے آدمی تھے اور اس اثنا میں کچھ لوگ پیغمبر صاحب کے سمجھانے سے دین اسلام کے گرویدہ بھی ہوگئے تھے اور بڑی بات تو یہ ہے

؎ چراغے را کہ ایزد برفروزد ✤ کسے کو پف زند ریشش بسوزد ✤ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون بہتیرے ہی روڑے اٹکائے اسلام کی گاڑی تھی کہ نہ رُکی پر نہ رُکی۔

---

[1] اور باوجودیکہ کافروں کے دل خدا کی آیتوں کا یقین کر چکے تھے مگر انھوں نے براہ ظلم و زیادتی اُن سے انکار ہی کیا ۱۲

ذرا خیال کرنے کی بات ہو کہ تمام جزیرۂ عرب میں قوم قریش کے لوگ بڑے معزز اور قابل ادب سمجھے جاتے تھے اسلیئے کہ یہ لوگ بیت اللہ شریف کے مجاور تھے اور اگرچہ عرب بت پرستی کے ماتھ میں ڈوبے ہوئے تھے مگر ابراہیم کے بنائے ہوئے اس معبد کی تعظیم میں ان لوگوں نے کبھی کمی نہیں کی اور اسی معبد کی وجہ سے قریش کی بھی آؤبھگت ہوتی تھی کہ یوں سارے ملک میں کسی مسافر کو امن نہ تھا لیکن قریش سے کوئی متعرض نہ ہوتا تھا
لایلٰف قریش ایلٰفہم رحلۃ الشتاء والصیف فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمہم من جوع وآمنہم من خوف[1]
حاجیوں کو پانی پلانا ان کی مہمانداری خانہ کعبہ کی بست وکشاد یہ سب خدمتیں ان ہی لوگوں میں تھیں اور خود پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد سربرآوردہ مجاوران بیت اللہ میں سے تھے۔ ان لوگوں کو حسد اور غرور جو تھا سو تھا اس کا بھی تو بڑا اندیشہ تھا کہ اگر اسلام پھیلا تو بت پرستی موقوف اور بت پرستی نہیں تو خانہ کعبہ جو اس وقت سب سے بڑا بتخانہ تھا اور جسپر قریش کی عزۃ اور معاش کا انحصار تھا کچھ چیز نہیں۔ مجرد یہی روداد پیغمبر صاحب کی صداقت کے لیئے بس کرتی ہے کہ انھوں نے حق کے مقابلے میں اپنے خاندانی ذریعۂ عزۃ اور وسیلۂ معاش کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ حضرۃ کے چچا ابوطالب کی معرفۃ لوگوں نے پیغمبر صاحب کو طرح طرح کے لالچ دکھائے کہ ہمارے بتوں کے حال سے کچھ بحث نہ کریں اور ابوطالب نے بھتیجے کو سمجھایا بھی۔ مگر پیغمبر صاحب نے صاف دو ٹوک بات کہدی کہ چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو بھی آسمان سے اُتار کر میری گود میں لے آئیں گے تاہم میں خدائے واحد کی منادی کرنے سے تو باز آنے والا نہیں۔ جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام چپکے چپکے پھیلتا ہی چلا جاتا ہے اور لوگوں کے تیور کچھ بدلے ہوئے سے دکھائی دیتے ہیں تو انھوں نے آخر الدواء الکی[2] پر عمل کرنا چاہا کہ بہت سے آدمی مل کر پیغمبر صاحب کو مار ڈالیں بہت ہوگا تو دیۃ دینی آجائے گی سب چندہ کر کے بھر دینگے۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک[3] مگر پھر وہی ع چراغے را کہ ایزد بر فروزد * کسے کو تف زند ریشش بسوزد
یہ مونہ دیکھتے ہی رہے اور پیغمبر صاحب رات کے وقت چپکے سے نکل مدینے جا براجے۔ یوں مسلمانوں میں اور مخالفین اسلام میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی۔ مذہب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اکسکلوسو (مانع) جس میں غیر قوم کا آدمی داخل نہیں ہو سکتا جیسے ہندوؤں کا مذہب۔ اور دوسرا اسکے برخلاف میں نہیں جانتا اُس کا

---

[1] اگرچہ قوم قریش پر خدا کے چند در چند احسان ہیں لیکن انکو چاہیئے کہ صرف ایک احسان کی شکرگزاری میں کہ انکو جاڑے گرمی کے سفر تجارۃ کا خوگر کر دیا خانہ کعبہ کے خدا کی عبادۃ کریں کہ جسنے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور لوٹ مار کے خوف سے امن دیا ۱۲

[2] زخم کا آخری علاج داغ دینا ہے ۱۲

[3] اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو کہ کافر تمہارے لیئے تدبیریں کر رہے تھے کہ تم کو قید رکھیں یا مار ڈالیں یا دیس سے نکال باہر کریں ۱۲

کیا نام رکھوں مگر میں کہتا ہوں اوپن جس کا دروازہ کھلا ہے جو چاہے آئے۔ اسلام کو اکسکلوسو بنانے کا
پیغمبر صاحب کا ہرگز منشا نہ تھا اور نہ اسلام میں اکسکلوسو ہونے کی کوئی بات ہے۔ اسمیں کھانے پینے کی چھوت چھات
نہیں۔ شریف و رذیل کا تفرقہ نہیں۔ آقا اور نوکر کا امتیاز نہیں۔ یاایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ و
جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم۔[1] اور جب اسلام کو یونیورسل ریلجن بنانا منظور تھا
تو وہ اکسکلوسو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ دنیا میں جتنی ایجادیں ہوا کرتی ہیں۔ اکثر تنکے کے اوجھل پہاڑ ہوتا ہے
ایک ذرا سی بات ہے میں کانپور میں تھا کہ سلف ایکٹنگ ٹٹی ایجاد ہوئی یعنے خس کی ٹٹی جو اپنے تئیں آپ
چھڑک لیا کرے۔ گرم ملکوں میں اسکی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ میں بھی سلف ایکٹنگ ٹٹی کو دیکھنے گیا۔ تو دیکھتا
کیا ہوں کہ دروازے کے اوپر کی طرف ڈیڑھ دو فٹ کا ایک چھجہ سا نکال دیا ہے۔ اسمیں سوراخ ہیں۔ سوراخوں
پر پانی کے مٹکے رکھے ہیں۔ ان سے پانی رستا ہے۔ چھجے کے تلے ٹین کی نالی لگی ہے۔ مٹکوں کا پانی اس
نالی میں جمع ہوتا ہے۔ نالی کا مرکز ثقل اس طرح پر رکھا ہے کہ جب نالی بھر جاتی ہے آپ سے آپ ٹٹی پر الٹ پڑتی
ہے۔ سلف ایکٹنگ ٹٹی بن گئی۔ میں دیر تک خیال کرتا رہا کہ ایسی آسان بات آج تک کسی کا ذہن اس طرف کو
کیوں نہیں منتقل ہوا۔ یہی حال ہے اسلام کا کہ شروع سے دنیا میں امن کے قائم کرنے کی ضرورت ہے لوگ
اس کی تدبیریں بھی سوچتے اور کرتے ہیں۔ لیکن یہ فخر ہمارے پیغمبر صاحب کے حصے کا تھا کہ ساری دنیا میں
کامن برادرہڈ کے قائم کرنے کی تدبیر نکالی۔ آسان اور آسان کے علاوہ مذہبی کہ کوئی فرد بشر مذہب سے بے نیاز
نہیں۔ خدا لگتی میں انصاف سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سوا ساری دنیا میں کامن برادرہڈ کے
قائم کرنے کی کوئی اور تدبیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام ہی کا عقیدہ ایک عقیدہ ہے جسپر تمام دنیا کے لوگ جمع
ہو سکتے ہیں۔ پیغمبر صاحب نے اپنی طرف سے بہتیری کی کہ میں دنیا میں کامن برادرہڈ قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں میری
طرف سے کوئی بات اصل مطلب کے خلاف نہیں ہونی چاہیئے۔ دس برس مشرکوں اور بت پرستوں کے نرغے
میں گزار دیے۔ ان کا تو مذہب ہی کیا تھا مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا
وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔[2] مذہب کچھ تھا تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا تھا سو پیغمبر صاحب نے
یہاں تک انکے ساتھ التیام رکھنا چاہا تھا کہ انکے پیغمبروں کو پیغمبر مانا انکی کتابوں کا منزل من اللہ ہونا تسلیم کیا

---

[1] لوگو ہم نے تمکو ایک مرد (آدم ع) اور ایک عورت (حوا ع) سے پیدا کیا اور تمہارے گروہ اور جتھے بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو
بے شک تم میں جو سب سے زیادہ پرہیزگار وہی خدا کے یہاں سب سے زیادہ معزز ۱۲

[2] جن لوگوں نے خدا کے سوائے دوسرے دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں ان کی کہاوت مکڑی کی سی ہے کہ اسنے ایک گھر بنایا اور گھروں میں سب سے بودا گھر مکڑی کا ۱۲

اور اِس شد و مد کے ساتھ کہ توراۃ کے حق میں فرماتے ہیں [۱] انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور پھر تھوڑی دُور
آگے چل کر انجیل کی نسبت [۲] وقفینا علی اثارھم بعیسی بن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ واتیناہ
الانجیل فیہ ھدی و نور و مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ وھدی وموعظۃ للمتقین اسکے علاوہ مسلمانوں کو
تاکید کی [۳] ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن الا الذین ظلموا منہم وقولوا امنا بالذی انزل الینا
وانزل الیکم والھنا والھکم واحد ونحن لہ مسلمون - میں نہیں سمجھتا کہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ
سازگاری پیدا کرنے اور سازگاری رکھنے کے لیئے پیغمبر صاحب اس سے زیادہ کیا کرتے اور کیا کر سکتے تھے اور
کوئی کیا کرتا اور کیا کر سکتا تھا - اُن کا معاملہ بُت پرستوں کے ساتھ اُس نہج پر تھا جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎
دل نے ملا دیں خاک میں سب وضع داریاں ٭ جوں جوں رُکے وہ ملنے سے ہم بیشتر ملے ٭ اور اہل کتاب کے
ساتھ میل جول کی یہ کیفیت تھی ؎ مجھ میں انہیں ربط ہے اسے ذوق مثل بو و گل ٭ وہ رہا آغوش میں لیکن
گریزاں ہی رہا ٭ غرض اسلام نہ اکسکلوسو تھا اور نہ اکسکلوسو بننا چاہتا تھا - مگر لوگوں نے زبردستی دھکے
دے دے کر اسکو اکسکلوسو بنایا - اسلام نے تھپکنے کے لیئے پُٹھوں پر ہاتھ رکھنا ہی چاہا تھا کہ انھوں نے
بے طرح دولتیاں جھاڑنی شروع کیں پیغمبر اور مسلمان بیچارے اپنی جانیں بچا بچا کر گھربار مال و اسباب
دھن دولت زن و فرزند چھوڑ چھاڑ کر مدینے نکل بھاگے اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کی امیدیں منقطع ہوگئیں اور
اب اسلام پورا پورا اکسکلوسو بنا - لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا - لیکن وہ جو کہتے ہیں - ع عدو شود سبب خیر
گر خدا خواہد - لڑے اِس غرض سے کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیں اور اسلام اُس درخت کی طرح جو قلم کرنے
سے اور بڑھتا اور پھولتا پھلتا ہے - یوماً فیوماً اپنا احاطہ وسیع کرتا گیا - [۴] ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق
لیظھرہ علی الدین کلہ مگر وسعت احاطہ کے ساتھ ساتھ کم بخت اکسکلوسونس کا رنگ بھی گہرا ہوتا جاتا تھا یہاں
تک کہ نبوۃ کی جگہ خلافۃ اور خلافۃ کی جگہ سلطنۃ آئی - اور سلطنۃ بھی آئی تو شخصی اور بادشاہوں نے اشاعۃ اسلام
کو ملک گیری کا حیلہ بنایا - وہ دن اور آج کا دن کہ لوگ ناحق اسلام کی طرف سے بدگمان ہیں مسلمانوں کے ساتھ
دشمنی سہی عداوۃ سہی بیر سہی مخالفۃ سہی اور مسلمانوں ہی کا ظلم سہی اُن ہی کی زیادتی سہی مگر اسلام نے کسی کا کیا

---

[۱] ہم نے توراۃ اتاری جس میں ہدایۃ اور نور ہے ۱۲ [۲] اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسے کو مرسلین سابقین کے قدم بقدم چلایا کہ وہ توراۃ کی جو اُن کے وقت میں موجود تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو بھی انجیل عنایۃ کی جس میں ہدایۃ اور نور ہے اور انجیل بھی توراۃ کی تصدیق کرتی ہے جو اسکے نزول کے وقت موجود تھی اور خود بھی پرہیزگاروں کے حق میں ہدایۃ و پند ہے ۱۲ [۳] اور مسلمانو! اہل کتاب کے ساتھ بحث بھی کرو تو عمدہ طور سے اور اُن سے کہو کہ جو کتاب ہم پر اتری (قرآن) اور جو کتابیں تم پر اتریں (توراۃ و انجیل وغیرہ) ہمارا تو سبھی پر ایمان ہے اور ہمارا تمہارا خدا بھی ایک ہے اور ہم اُسی کا حکم مانتے ہیں ۱۲ [۴] اُسی خدا نے اپنے رسول کو ہدایۃ اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ سب دینوں پر اسکو غلبہ دے ۱۲

بگاڑا ہے مسلمان دوسری چیز اسلام دوسری چیز۔ کیا کسی دانشمند آدمی کا کام ہے کہ وہ دوسرے کی ضد سے اپنی ناک کٹا لے۔ وہی جیسا شعیبؑ اپنی قوم سے کہتے تھے ویٰقوم[1] لا یجرمنکم شقاقی ان یصیبکم مثل ما اصاب قوم نوح او قوم ھود او قوم صالح وما قوم لوط منکم ببعید دنیا نے مسلمانوں کے ایجاد کیے ہوئے علوم جبر و مقابلہ کیمیا ہیئت تاریخ وغیرہ سے فائدے اٹھائے اور اب تک فائدے اٹھائے جا رہے ہیں۔ اسلام کو بھی اسی طرح کا مسلمانوں کا ایجاد کیا ہوا ایک علم سمجھا ہوتا۔ ناحق کی ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی جواب نہیں جس آدمی کے سر میں عقل ہے کسی مذہب اور کسی قوم کا کیوں نہو وہ ضرور اتفاق کی منفعتوں سے واقف ہوگا وہ ضرور چاہتا ہوگا کہ دنیا میں امن رہے۔ مگر کوئی تو بولو از برائے خدا کوئی تو بولو کہ اسلام کے سوائے اتفاق اور امن کی کوئی اور بھی تدبیر ہے۔ دنیا میں مذہب ہی تمام فسادات کی جڑ ہے۔ یہی وہ حضرت ہیں جنھوں نے خدا جھوٹ نہ بلوائے دنیا میں کروڑوں خون کرائے ہیں۔ اور یہ ایک فیصل شدہ بات ہے اور اسکو گھر جا کر اپنی جگہ اچھی طرح سوچ لینا کہ جب تک دنیا کا ایک مذہب نہیں ہوگا ممکن نہیں کہ لوگوں میں یکدلی اور اتحاد پیدا ہو۔ اچھا تو وہ کون سا مذہب ہے جسکو ساری دنیا آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے۔ وہ نہیں ہے مگر اسلام۔ ازروے فطرۃ مسلمان ہونا اختیاری بات نہیں۔ آدمی ہے تو وہ عقل بھی رکھتا ہے اور عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کو بھی مانتا ہے اور خدا کو مانتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ ہاں اختیاری کیا بات ہے کہ کامن برادرہڈ کی جو سوسائٹی پیغمبر صاحب نے قائم کی اور اس کا نام رکھا سوسائٹی اسلام۔ تم اس سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام لکھواؤ یا نہ لکھواؤ۔ لیکن اگر تم اسلام کی سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام نہیں لکھواؤ گے یعنی مونہ سے مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کروگے تو سوسائٹی تم کو اپنے ممبروں میں شمار نہیں کرے گی۔ اور یہ بالکل واجبی بات ہے۔ لیکن تم عجب عقل کے آدمی ہوگے کہ ممبری کا چندہ دو اور ممبر نہ بنو خدا کے معتقد ہو اور اپنے تئیں مسلمان نہ کہو۔ اور ہاں سمجھے رہنا کہ بدعقلی کے علاوہ تم پر خود سری اور نا احسان مندی کا الزام بھی عائد ہوگا کہ ایک شخص نے ایسی عمدہ اور مفید سوسائٹی قائم کی تھی تم نے اسکے شمول سے انکار کیا اور بانی سوسائٹی کا کچھ حق نہ مانا۔ آخر سر سید احمد خاں کو علیگڈھ محمڈن کالج کا بانی بھائی شمس دین کو انجمن حمایۃ اسلام و ما یتعلق بہا کا بانی مانتے ہو اور غالباً احسان مندی سے مانتے ہو اور اب نہیں بھی مانتے تو آیندہ چل کر مانوگے اور ضرور مانوگے تو پیغمبر صاحب ہی نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ انکو اسلام کا بانی امن عام کی تدبیر کا موجد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن یعنی رحمۃ للعالمین تسلیم نہ کرو۔ لوگو انصاف بھی

[1] لوگو میری ضد سے گناہ کے مرتکب ہو مبادا تم پر وہ آفتیں آ نازل ہوں جو قوم نوحؑ یا قوم ہودؑ یا قوم صالحؑ پر نازل ہوئیں اور یوں تو قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں بھی تم سے کچھ دور نہیں ۱۲

کوئی چیز ہے۔ اور کامن برد رہڈ سوسائٹی لیعنے اسلام کے ممبروں کی فہرست میں نام لکھوانے اور سوفہ سے
اقرار کرنے کی ضرورۃ بھی اسوجہ سے واقع ہوئی کہ تم ہی لوگوں نے اس سوسائٹی کو اکسکلوسو سوسائٹی بنایا
ورنہ بانی سوسائٹی نے تو سبھی کو سوسائٹی کا ممبر سمجھ لیا تھا۔ وہ جو میں نے کہا کہ اسلام فطری ہو تو ساری دنیا
مسلمان کیوں نہیں ہوگئی اسمیں زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جنکو اسلام سے گریز ہے اور کسی قدر مسلمانوں
کا بھی سو لوگوں کا قصور تو سن چکے مسلمانو اب اپنا قصور سنو۔ تم نے پیغمبر صاحب کی رسالۃ کے اصلی مطلب کو
یا تو سمجھا نہیں یا ان مقاصد کی تکمیل میں تم نے مدد نہیں دی۔ اس رسالۃ کا اصلی مطلب کیا تھا۔ وہی کہ اسلام
یونیورسل لجن ہو اور اسکے ذریعے سے تمام دنیا میں ایک کامن برد رہڈ قائم کیجائے اچھا پھر اسلام یونیورسل لجن ہوگیا اور تمام دنیا میں
ایک کامن برد رہڈ قائم ہو چکی؟ میں اسکے جواب میں تمھارے سوتے نہیں سننا چاہتا کیونکہ یہ ہمارے اختیار سے خارج ہے۔ یہ فرماؤ کہ تمنے اس میں
کیا کیا۔ برا ماننے کی بات نہیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تم نے تائید کے عوض اڑنگے لگائے۔ پیغمبر صاحبؐ
تمکو اپنا نمونہ دکھا گئے تھے کہ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے کیا تدبیریں کرنی ہوں گی۔ پیغمبر صاحبؐ کی
ہجرۃ سے پہلے کی زندگی اور سیدھی بات یہی کیوں نہ کہوں رسالۃ کی عمر کا پہلا نصف ہم مسلمانوں کے لیے
ایک سبق ہے جو ہر مسلمان کو ازبر ہونا چاہیئے۔ خاص کر ان کو جو اسلام کی حمایۃ کا دم بھرتے ہیں۔ ہماری حالۃ
کو پیغمبر صاحب کی ہجرۃ کی بعد کی زندگی کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبۃ نہیں۔ کہاں اُسوقت کے مسلمان اور ان کی
فتوحات اور کہاں ہم۔ اوروں کی رعایا اوروں کے محکوم اوروں کے دستانگر۔ ہاں ہجرۃ سے پہلے کی زندگی
میں ہمکو بہت سی ہدائتیں مناسب حالۃ ملتی ہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر مخالف کھنچتے تھے پیغمبر صاحبؐ ڈھیل
دیتے چلے جاتے اور اسیقدر انکی طرف کو جھکتے تھے تاکہ انکو گریز و وحشۃ نہو۔ شروع شروع میں ایک دم سے
شرائع کا بوجھ نہ ڈالا ہجرۃ تک صرف خداشناسی کی تعلیم کرتے رہے۔ پھر جوں جوں اسلام کی خوبیاں لوگوں
کے ذہن نشین ہوتی گئیں طریق معاشرۃ میں اصلاح کی عبادۃ کی رغبۃ دلائی۔ اور شریعۃ میں اسکے سوا ہے کیا
یہاں تک دلجوئی منظور تھی کہ حطیم کو جانتے تھے کہ جزو کعبہ اور داخل کعبہ ہے۔ مگر چونکہ ایک زمانے میں خانۂ
کعبہ کی تجدید کرتے وقت بیقدوری کی وجہ سے قریش نے اتنی جگہ چھوڑ دی تھی آپنے بھی اُسکو چھوڑے ہی رکھا
نماز پڑھا رہے ہیں اور باہر سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو اسکی ماں میرے
پیچھے نماز میں ہو جلدی جلدی کر کے سلام پھیر دیتے تھے۔ ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف کو نماز
پڑھا کیے تاکہ اہل کتاب تبدیل قبلہ سے چونکتے نہوں۔ اب اسکے متوازی ہمنے کیا کیا کہ لوگ ہم سے کھنچے

توہم بھی اپنی جگہ تنے۔ پیغمبر صاحب اہل کتاب کی آسمانی کتابوں سے استدلال و استشہاد کرتے تھے
فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا[۱] ۔ مصدق لما معکم[۲] ۔ مصدق لما بین یدیہ[۳] ہمنے ان کتابوں کو ردی سے زیادہ
بے قدر سمجھا۔ کیا عہد عتیق اور عہد جدید کے ہزارہا نسخے پچھوں اور پاخوں میں نہیں صرف ہوتے اور مسلمان ان
کتابوں کی ایسی بے حرمتی کو ثواب نہیں سمجھتے۔ ذرا مسلمانوں کے علم کلام کی کتابیں دیکھو وہ کہتے ہیں کہ
اصلی کتابوں کا کہیں پتہ نہیں اور یہ جو یہودی اور عیسائی لیئے پھرتے ہیں یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں
اس سے زیادہ دل کا دکھانے والا اور کون سا الزام ہو سکتا ہے۔ جھوٹی دستاویز بنانے کی سزا سات برس
کی قید ہے نہ کہ آسمانی کتاب اور کلام الٰہی میں جعل کرنا۔ بے شک نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ میں کہتا ہوں
ساری دنیا کو قرآن کے ہوتے کسی آسمانی کتاب کی ضرورۃ نہیں اور جسنے عہد عتیق اور عہد جدید اور قرآن
کو انصاف کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہوگا وہ خود بول اٹھے گا کہ واقع میں قرآن عمدہ اور بہتر ہونے کے علاوہ
آدمی کو کامل دیندار اور نیک بنانے کیلیئے کافی اور وافی ہے۔ مگر قرآن کی خوبیوں کا بیان کرنا اور چیز ہے اور
دوسروں کی قابل ادب کتابوں کو غلط اور جھوٹا اور نامعتبر اور جعلی کہنا بالکل دوسری چیز۔ کتاب جسقدر پرانی
اسیقدر نامحفوظ الا قرآن کہ اسکی حفاظت کا خدا نے غیب سے ایک سامان مہیا کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو اسکے
زبانی یاد رکھنے کا شوق ہے حافظ قرآن ہونا مسلمانوں میں ایک دینی فضیلت ہے جیسے حاجی ہونا اور کہتے
ہیں کہ حافظ کی سات پشتیں بے حساب بخشی جائینگی۔ پس مسلمانوں میں کثرت سے قرآن کے حافظوں کا
ہونا حقیقت میں ایک بڑا زبردست چیک (روک) ہے کہ قرآن میں نہ کوئی تصرف کر سکا ہے اور نہ آیندہ کوئی
تصرف کر سکے گا۔ مگر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کو اور اس عموم میں پچھلی آسمانی کتابیں بھی آگئیں یہ شرف
یہ مزیت حاصل نہیں۔ کتاب جتنی پرانی اسیقدر نامحفوظ۔ لوگ گلستاں کو کہتے ہیں کہ اسمیں سعدی کا ایک لفظ
بھی باقی نہیں۔ اور پھر ترجمے کو تبدیل اور تصحیف اور تحریف جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ جو شخص ترجمے کی مشکلات سے
واقف ہے وہ بے تامل اسکی تصدیق کرے گا کہ کتاب تو بڑی چیز ہے ایک جملے کے ترجمے میں کیا سے کیا
ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں پیشین گوئیاں ہمیشہ مبہم ہوا کرتی ہیں۔ اپنے ہی یہاں کے امام مہدی اور دجال وغیرہ
کی پیشین گوئیوں کو کیوں نہیں دیکھتے۔ غرض قدامت اور ترجمہ اور ابہام کی وجہ سے پچھلی آسمانی کتابوں میں کچھ تصرف
ہوا ہو تو تعجب نہیں مگر ایک دم سے ان کو جعلی بتانا اور یہ کہنا کہ لوگوں نے بے ایمانی سے جعل کیا دلکو صدمہ کرتے

[۱] توراۃ لے آؤ اور اسکو پڑھ کر سناؤ ۱۲ [۲] جو کتاب تمہارے پاس ہے میں تو اسکی تصدیق کرتا ہوں ۱۲ [۳] پیغمبر ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اسکے زمانے میں ہیں ۱۲

ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی بات ہے۔ اسی پر چاہتے ہو کہ اہل کتاب تمھاری طرف کو جھکیں۔ کچھ تو مسلمان بادشاہوں کی دست درازیوں نے اور رہا سہا مسلمانوں کی ایسی دلخراش باتوں نے اسلام کو لوگوں کی نظروں میں سبک و خفیف ٹھیرا دیا۔ میں نے ابھی حال میں لارڈ براسی کی ایک تقریر انگریزی اخبار میں دیکھی ہے اور وہ میرے دل پر اس طرح نقش ہو گئی ہے جیسے کسی نے نوک نشتر سے گود دی ہو۔ ولایت سے ایک کمیشن اس بابت کی تحقیق کے لیئے ہندوستان میں آیا تھا کہ افیون کے استعمال نے لوگوں کی تندرستی اور اُنکے اخلاق پر کیا اثر کیا ہے اور گورنمنٹ نے جو افیون کی کاشت امانی کر رکھی ہے مناسب ہے یا نامناسب۔ لارڈ براسی اس کمیشن کے پریذیڈنٹ تھے اور پریذیڈنسی کی حیثیت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور کچھ چلے پھرے بھی اور چند سے ہندوستان میں مقیم رہے۔ اب وہ وکٹوریہ کالونی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ دستور کے مطابق انکو لنڈن میں ڈنر دیا گیا اور اس تقریب میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ ازاں جملہ لارڈ براسی نے بھی ایک تقریر کی جسمیں انھوں نے فرمایا اور فرمایا بھی تو اس وثوق کے ساتھ کہ گویا وہ ہندوستانیوں کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اسواسطے کہ وہ ہندوستان میں چند سال نہیں بلکہ چند روز رہ گئے ہیں۔ شکر ہے کہ لارڈ براسی نہ سکرٹری آف سٹیٹ ہیں نہ وائسرائے نہ ہندوستان کے کوئی اور حاکم بااختیار۔ لیکن اگر برٹش گورنمنٹ کو ایک دریا فرض کریں تو ہم مچھلیاں ہیں اور مچھلیوں میں بھی جھینگے۔ اور لارڈ براسی ایک مگرمچھ۔ اُنھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا محمڈنز ہیو نور بین اینڈ نور کین بی فلی رکنسائلڈ ٹو اے کنڈیشن آف سبارڈینیشن ٹو اے کرسچن پور یعنی مسلمان عیسائیوں کے ماتحت ہو کر رہنے سے نہ کبھی پورے پورے رضامند ہوئے اور نہ آیندہ کبھی رضامند ہو سکتے ہیں۔ لارڈ براسی کے یہ لفظ کانٹے کی طرح میرے دل میں چبھے اور میں تابدیر سکتے کی حالت میں رہا کہ یہ تو ایک طرح کا حملہ اسلام پر ہے کیونکہ اُنھوں نے مطلقاً مسلمانوں کو الزام دیا۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کانگرس تک کے پاس بھی جاکر نہیں کھڑے ہوئے نہ اس خیال سے کہ لارڈ براسی اور اُن کی طرح کے دوسرے ناواقف انگریز کیا خیال کرینگے بلکہ کانگرس کی شرکت سے ہمکو خدا کا وہ فرمان روکتا تھا اور اب بھی روکتا ہے جہاں اُس نے ارشاد کیا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1] ہم اگر برٹش گورنمنٹ کی دل سے قدر نکریں تو ہم مروت اور حق شناسی اور احسان مندی اور انسانیت یعنے اسلام سے بے نصیب ہوں لارڈ براسی نے تو عام مسلمانوں کی دل شکنی کرنے میں کوئی کسر نہیں کی مگر ہم بھی ان کو ایسا فضیحتہ کریں کہ وہ بھی یاد رکھیں یعنے پہلے سے بھی برٹش گورنمنٹ کی دوگنی چوگنی خیر خواہی اور اطاعت گزاری اور فرمان داری

[1] مسلمانو خدا اور رسول اور اپنے حاکموں کا حکم مانو ۱۲

کر دکھائیں تو سہی۔ لیکن لارڈ براسی سنے یہ خیال غلط کہاں سے پیدا کیا۔ ہو نہ ہو یہ اُن کا مذہبی خیال ہے اور مسلمانوں کی اُن ہی جعلی کٹی باتوں سے پیدا ہوا ہے جو متکلمین علم کلام کی کتابوں میں لکھا کرتے ہیں۔ نہ تو لارڈ براسی ہی نے اور یم کمیشن کے پریزیڈنٹ ہو کر اپنی بات کے نتائج پر نظر کی کہ عام مسلمانوں پر ایک غلط اور بے اصل الزام لگا دیا۔ اور نہ مسلمان بھائی ہی اپنی اس بات کے نتائج پر نظر کرتے ہیں کہ بے تامل پچھلی آسمانی کتابوں کو جھوٹا اور جعلی کہہ بیٹھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حرکت بانی اسلام کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔ پھر قرآن نے اہل کتاب کے کھانے کو درست بتایا کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی۔ الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان یہ کیوں؟ یہ اس لیئے اور میں کہتا ہوں اسی لیئے کہ اہل کتاب میں اور اہل سلام میں اختلاط و ارتباط پیدا ہو۔ مسلمانوں نے ہائے مجھے کہنا پڑتا ہے مسلمانوں نے اختلاط و ارتباط پیدا کرنا کیسا اہل کتاب کی طرح کھانے اہل کتاب کے سے لباس پہننے کو بھی حرام بلکہ موجب کفر سمجھا یقین نہ ہو تو حرمۃ اور کفر دونوں کے فتوے سید احمد خاں کے پاس ضرور محفوظ ہونگے کہ وہی تو انکے سچے مسلمان ہونے کے سرٹیفکیٹ ہیں لیکر دیکھو۔ پیغمبر صاحب کو بڑی تمنا تھی کہ مسلمان کثرۃ سے ہوں اور فرمایا کرتے تھے اباھی بکم الامم سو مسلمانوں نے اچھا اس تمنا کو نباہا کہ غیروں کو اپنے میں ملانے کی کوشش تو درکنار اگلوں کی محنۃ سے جو صورتیں اسلام میں دکھائی دیتی ہیں ان ہی کے نکالنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اِسوقت اسلام میں جتنے فرقے ہیں نیچریوں کو چھوڑ کر کہ تم بھی اُنکو مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ بھی اِس سے خوش ہیں ہر ایک فرقے کے مولوی کو سامنے بٹھاؤ اور مسلمانوں کی مردم شماری کا رجسٹر رکھوا گے اور جسکو کافر کہتا جائے کاٹتے چلے جاؤ۔ انجام یہ ہوگا کہ خدا نے چاہا سارے ہندوستان میں ایک متنفس مسلمان باقی نہیں رہے گا۔ سنیوں کو شیعے کافر کہیں گے شیعوں کو سُنی۔ وہابیوں کو بدعتی بدعتیوں کو وہابی۔ مقلدوں کو غیر مقلد غیر مقلدوں کو مقلد جیسکو تم تھمو میں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا کی کیا خوب تعمیل ہے۔ کیوں جی ولا تفرقوا کے معنے کیا ہیں۔ مسلمانوں میں جو تفرق واقع ہوا ہے اختلاف رائے کی وجہ سے واقع ہوا ہے اور رائے اپنی ہو یا غیر کی اختیاری بات نہیں

؎ مسلمانو آج تمہارے لیئے تمام ستھری چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیئے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لیئے حلال اور مسلمان عورتیں اور اُن لوگوں کی عورتیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے تم نکاح میں لا سکتے ہو بشرطیکہ ان عورتوں کے مہر دو اور گھر لیانا منظور ہو نہ صرف مستی نکالنا اور آشنائی لگانا ۱۲ ؎ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا ۱۲ ؎ اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور ایک دوسرے علیحدگی مت اختیار کرو ؎ اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے آپس میں پھوٹ ڈالی اور اختلافات پیدا کیئے ۱۲

تو کیا لا تفرقوا معاذ اللہ حکم مہمل ہے یا خدا ہم سے طلب محال کرتا ہے ۔ نہ حکم مہمل ہے اور نہ طلب محال ہے بلکہ
لا تفرقوا کے یہ معنے ہیں کہ گو تم میں اختلاف ہوں بھی تاہم تم ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھو ان اختلافات
سے نفس اسلام میں کوئی خلل نہیں آتا ۔ پیغمبر صاحب نے تو بس ایک ہی بات پکڑ رکھی تھی لا الٰہ الا اللہ اور وہ اہل
کتاب سے پکار کے کہتے تھے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا
یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون[1] ایک صحابی نے کسی قصور پر
اپنی لونڈی کو طمانچہ مار دیا ۔ پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی اور اُس لونڈی کا کفر و اسلام بھی مشتبہ تھا آپ نے اُس لونڈی
کو بلوا کر پوچھا کہ تو خدا کو بھی جانتی ہے اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا ۔ پھر آپ نے پوچھا اور میں کون ہوں ۔
بولی آپ اُسی کے بھیجے ہوئے رسول ہیں ۔ اسپر پیغمبر صاحب نے اُن صحابی سے فرمایا یہ تو اچھی خاصی مُسلمان ہے
اسکو آزاد کرو ۔ سبحان اللہ اسلام کا کیسا آسان امتحان تھا ۔ خدا نہ کرے کہ آج کل کے مولوی اگر امتحن ہوں تو مجھ جیسے
جید مُسلمان کو بھی فیل کر دیں ۔ یہ مجھسے کہلوا کر دیکھیں دواد اور ذواد تو میں کیا بتاؤں ۔ دواد اور ذواد تو کیا
ادا ہوگا ہمسے تم پنجابیوں کی طرح پھائی تو کہا ہی نہیں جاتا ۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرۃ میں کاشتکاری
کرتا ہوں دن بھر کھیتی کام کاج میں لگا رہتا ہوں رات کو تھکا ماندہ آتا ہوں تو صبح سویرے میری آنکھ نہیں کھلتی
یعنی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے اور یوں بھی مجھسے پانچ نمازیں نہیں ہو سکتیں ۔ فرمایا ایک دو جو تم سے ہو سکے
کیا اسسے یہ نکلا کہ پانچ وقت کی نماز ضروری نہیں ۔ نہیں ۔ بلکہ یہ بھی پرچانے کی ایک تدبیر تھی کہ مطلق نماز کا خوگر
ہوگا تو رفتہ رفتہ اُسکو نماز میں مزہ آنے لگے گا اور مزہ آئے پیچھے پانچ نمازیں کیسی یہ تو پڑھے گا صلوۃ التسبیح
تمھارے ذہن اِن تدبیروں اور حکمتوں سے آشنا ہی نہیں ۔ جب وہ بہشت کے دروازے پر لٹھ لیئے کھڑے ہیں
کسی نے اندر جانے کا نام لیا اور تم نے لٹھ سہی کیا ۔ یہ تو تم نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ دین اسلام کا لب لباب ہے لا الٰہ الا اللہ
یعنی خدا شناسی لیکن عالم اسباب میں اِس خیال کا قائم رکھنا ذرا مشکل ہے ۔ اور یہی تو پانی کے مرنے کی جگہ
ہے ۔ اور یہیں سے شرک اور بُت پرستی نے نشو و نما پایا ہے ۔ سو یہ بھی انسانی طبیعۃ کا ایک ضعف ہی اور ہمارے
وقتوں کے مُسلمان خود کب اِس ضعف سے خالی ہیں ۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں توحید کے بارے میں ہر سال
کچھ کچھ کہہ جاتا ہوں اور یہی وہ مضمون ہے جسکے صلے میں تمھارے اِسی شہر سے مجکو نیچری بھانڈ کا خطاب

---

[1] اے اہل کتاب آؤ ہم تم یکساں طور پر ایک بات تسلیم کریں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادۃ نہ کریں اور نہ اُسکے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ خدا کے سوائے کوئی آدمی کسی آدمی کو خدا مانے اسپر بھی اہل کتاب بگڑیں تو ان سے کہہ دو کہ سن رکھو ہم تو اُسی ایک خدا کے فرماں بردار ہیں ۱۲

عطا ہوا تھا یاد ہے یا نہیں۔ وقت نہیں ہے ورنہ اسی مضمون کو میں اَور شد و مد کے ساتھ پھر بیان کرتا اور
پھر تم سے کوئی اور پھر کتا ہوا سا خطاب لیتا اور عدالت میں مقدمہ دائر کرکے اُسکی رجسٹری کراتا۔ میں نے
بار بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں اور جب تک مقدمہ دائر کرنیکے لیئے میری جیب میں پیسے ہیں نہیں بلکہ
جب تک زندہ ہوں کہا کروں گا کہ ہم مسلمانوں کی ہم نبیؐ موحد کا کلمہ بھرنے والوں کی توحید بھی ویسی ہی اور
اُسی کے قریب قریب متزلزل ہے جیسی اہل کتاب کی اور جیسی اُن لوگوں کی جنکو ہم مشرک اور بُت پرست
بتاتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو اسیقدر کہ انھوں نے اپنے بزرگوں کو بڑھایا چڑھایا اور ہم نے اپنے بزرگوں
کو۔ وہ بھی تاویلیں کرتے ہیں ھٰؤلاء[1] شفعاؤنا عنداللہ ہم بھی تاویلیں کرتے ہیں۔ بھلا اس ہیکڑی کا کہیں
ٹھکانا ہے کہ جن افعال کی وجہ سے ہم دوسروں کو مشرک اور بُت پرست قرار دیں اور ویسے ہی افعال ہم کریں
اور پھر بچے مسلمان پکے موحد۔ کیونکہ اسلام نہیں ہے مگر توحید اور توحید نہیں ہے مگر اسلام۔ بات یہ ہے
کہ ہم آدمی آدمی سب یکساں ہیں خُلق[2] الانسان ضعیفا کے پُتلے جیسے ہم خارج نہیں اور لوگ بھی خارج نہیں اسباب
کے جال میں جیسے ہم پھنسے ہیں اور بھی پھنسے ہیں۔ اور خدا کا پتہ لگانا ہے جسکو آج تک کسی فرو بشر نے اور
نہ صرف فرو بشر نے بلکہ فرشتوں نے بھی دیکھا تک نہیں۔ جبریلؑ جیسے فرشتہ مقرب حامل وحی کی نارسائی
تو سعدی کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ فرماتے ہیں **نظم**

چناں گرم در تیہ قربت براند	کہ جبریل در سدرہ زو باز ماند
بدو گفت سالار بیت الحرام	کہ اے حامل وحی برتر خرام
کہ چوں در طلب صادقم یافتی	عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند	بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

اور ہم بنی آدم میں سے تو ایک حضرۃ موسیٰ نے ایسی جرأۃ کی تھی ربّ[3] ارنی انظر الیک سو اُنکو بھی خدا نے
پہلے ایک ڈانٹ بتائی لن[4] ترانی پھر اُن کا اصرار دیکھا تو فرمایا ولکن[5] انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف
ترانی اسپر بھی موسیٰ اڑے رہے تو دیکھا جو دیکھا فلما[6] تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا اپنی جرأۃ کا

[1] خدا کے یہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں ۱۲ [2] انسان کم زور پیدا کیا گیا ہے ۱۲ [3] اے خدا مجھے ایک نظر اپنے تئیں دیکھ لینے دے ۱۲ [4] تم ہرگز ہم کو نہیں دیکھ سکو گے ۱۲ [5] لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو اگر پہاڑ اپنی جگہ ٹھیرا رہا تو شاید تم بھی ہمکو دیکھ سکو ۱۲ [6] جب خدا پہاڑ پر جلوہ افروز ہوا تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ پچھاڑ کھا کر گرے ۱۲

خمیازہ بھگت لیا تو آگے کو کان اینٹھا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین غرض انسان کی درماندگی کا یہ حال اور منزل دور کچھ تو اپنے ابنائے جنس کے حال پر رحم کرنا چاہیئے۔ اپنی چھاچھ کو اپنے منہ سے میٹھا کہنے سے چھاچھ میٹھی نہیں ہو جانے کی۔ ہمکو تیرہ برس سے اسی ایک بات کی مشق کرائی جاتی ہے اور سنجیدا جیسی چاہیئے آج تک رواں نہیں ہوئی تو دوسروں میں ایسا کہاں کا سرخاب کا پر لگا ہے کہ سننے کے ساتھ اور سننا بھی اس طرح کا سننا کہ غل غپاڑے میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے کیونکر توقع کیجا سکتی ہے کہ دوسرے لوگ جنکو بھڑکانے میں ہمنے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا سننے کے ساتھ باون تولے پاؤ رتی کے ٹکسالی مسلمان ٹکسالی موحد ہو جائیں۔ میرا مستحکم عقیدہ ہے کہ مسلمان جتنی رعایۃ اپنی قوم کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ نہیں تو اتنی ہی رعایۃ دوسروں کے حق میں جائز رکھیں تو اس کامن برادرہڈ کو جسکا قائم کرنا بانی اسلام کا اصلی مقصود تھا کیسی کچھ ترقی ہو۔ لیکن جو روش مسلمانوں نے اختیار کی ہے وہ تو یقیناً کامن برادرہڈ کو توڑ پھوڑ کر ایک نہ ایک دن عدم کر کے رہیگی ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ✦ کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست ✦

ابھی تو میں تمھاری سہار ٹٹولتا ہوں جب ان باتوں سے تمھارے کان آشنا ہو جائیں گے تو مجکو تم سے بہت کچھ کہنا ہے ✦

لہ موسیٰ کو ہوش آیا تو لگے کہنے اے خدا تیری ذات پاک ہے اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ۱۲ منہ

تمت

یہ کیا شور و غوغا ہے کا ہے کا غُل ہے
نہ آوازِ نَے ہے نہ بانگِ دُہل ہے

نہ کچھ ساز و سامانِ دلبستگی ہے
نہ رقّاص ہے اور نہ ساقی نہ مُل ہے

سُنا تھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں
اِن ہی میں کسی مرنے والے کا قُل ہے

محرّم کی مجلس ہے ہیں اُس کا ذاکر؟
و یا بزمِ میلادِ ختم الرسُل ہے؟

نہ یہ ہے نہ وہ ہے تو پھر کیا سبب ہے
کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے پُل ہے

اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہے خلقت
تو کیا ان کے پیروں میں ناحق کی چُل ہے

نہیں - مدرسے کا ہے سالانہ جلسہ
یہ تقریبِ معمول و معلوم کُل ہے

طبابت میں فصلِ بہار آ رہی ہے
کھلا اِس کے گلشن میں یہ تازہ گُل ہے

یہ ہستی ہے اک بحرِ موّاج آفت
طب اُس پر سے ہو کر گزرنے کا پُل ہے

مگر کون طب جس کا ماخذ ہے یوناں
کہ محفوظ و مامون و خیر السُبُل ہے

نہ وہ طب کہ جس سے ذرا آنکھ چوُکی
تو یہاں مشعلِ زندگانی ہی گُل ہے

جس طرح ہاتھی کے کھانے کے دانت اَور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اَور - اسی طرح یہ کالج ہوئے سکول ہوئے اِن کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں - اندرونی اور بیرونی - اندرونی حالۃ کو پروفیسر اور پرنسپل کے سوائے کوئی جان نہیں سکتا - خصوصًا اس مدرسے کی اندرونی حالۃ کہ اُسکے سب سے بہتر جج صرف عبد المجید خان صاحب ہیں اور بس - کیونکہ یہ بانی اور پروفیسر اور سکرٹری یعنے مدرسے کے ہمہ اوست اور ہمہ از وست ہیں ع خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِلِ کوزہ ٭ سو عبد المجید خاں صاحب نے اپنے ذہن میں ایک آئیڈیل (خیالی) مدرسہ بنا رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ ویسا ہی مدرسہ خارج میں بھی موجود ہو جائے - ویدک اور یونانی اور انگریزی طبابتوں کا جامع علم طبابۃ اور عمل طبابۃ دونوں پر حاوی کہیں اس لڑائی کی تقریب میں جو اِن دنوں ہو رہی ہے اِن کو چین اور جاپان کے علاجوں کی خبر نہ لگ گئی ہو کہ اُن کو بھی اپنے مدرسے کے کورس میں شامل کر بیٹھیں اور بیچارے

طالب العلموں کی جان پر مصیبت پڑے۔ ع چہ ماست در سر این مردم محال اندیش + تھیوریٹکلی (خیال
کرنے کے لیئے) تو یہ آئیڈیل سکول نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پریکٹکلی (عملاً) بہت لوگ اسکو شیخ چلی کا
منصوبہ ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیا میں جتنے بڑے نام ونمود کے کام ہوتے ہیں۔ ابتدا میں شیخ چلی کے
منصوبے ہی سمجھے گئے ہیں اور ہمت والے لوگوں نے اُن کو اپنے استقلال سے واقعات کر دکھایا ہے
کیا عجب ہے کہ یہ مدرسہ بھی فی علم اللہ ایسے ہی بڑے کاموں میں سے ہو۔ تاہم بہت بڑا فرق ہے امکان وقوع
اور وقوع میں۔ ہم لوگ توقعات سننے کے لیئے نہیں آئے واقعات دیکھنے کے لیئے آئے ہیں۔ سو
توقعات کے مقابلے میں واقعات ہماری ہی نظر میں نہیں جنچتے تو عبدالمجید خاں صاحب کی نظر میں کیا
جنچتے ہوں گے۔ ہم نے سید احمد خاں کو دیکھا ہے کہ علیگڈھ محمڈن کالج میں سحر کر دکھایا۔ مگر اُن سے پوچھو
تو ابھی آٹے میں نمک بھی نہیں۔ عبدالمجید خاں بھی سید احمد خاں ہی کے ٹائپ کے آدمی ہیں۔ بلکہ اُن
سے بھی چند قدم آگے بڑھے ہوئے، کیونکہ سید احمد خاں نے ولایت جاکر کالجوں اور یونیورسٹیوں کو دیکھا
اور ان ہی کے نمونے پر علیگڈھ محمڈن کالج جاری کیا۔ عبدالمجید خاں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ذہن سے
ایک بات ایجاد کی جو کسی کو بھی نہیں سوجھی کہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں کی طبابت کو ملا کر ایک معجون
طبابت بنائی جائے۔ تو سید احمد خاں پھر بھی مقلد ہیں اور عبدالمجید خاں موجد و شتان بینہما۔ ہاں ایک مزیت
عبدالمجید خاں کو اور بھی ہے کہ انھوں نے اپنی وضع نہیں بدلی۔ مگر ان کے افتاد مزاج سے ڈر تو لگتا ہے
جب سید احمد خاں کے سر میں اس طرح کے خیالات گونجنے شروع ہوئے تو وہ بھی ہماری ہی وضع رکھتے تھے
غرض سید احمد خاں ہوئے عبدالمجید خاں ہوئے ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ تو جب سید احمد خاں
نے باوجودیکہ علیگڈھ محمڈن کالج میں ونڈرز (عجائبات) کر دکھائے اور اُن کو آٹے میں نمک بھی نہ سمجھا
کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ عبدالمجید خاں سے ہمکو مدرسے کی اندرونی حالت ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگی یعنی
ٹروتھ ہول ٹروتھ نتھنگ بٹ ٹروتھ (سچ بالکل سچ اور سچ کے سوائے کچھ نہیں) بات یہ ہے کہ یہ زمانہ ناولٹی
(جدت) کا زمانہ ہے۔ ہزاروں نئی نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نئی نئی بیماریاں
چل پڑی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر تو میری ہونے آئی۔ ہمنے تو انفلوئنزا کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا یا اب
یہ حال ہے کہ تمام روئے زمین پر انفلوئنزا کا تہلکہ مچا ہوا ہے۔ زندگی اور تندرستی کا مسئلہ کچھ ہے ہی دقیق
کہ آج تک کوئی اسکو اچھی طرح حل نہیں کر سکا۔ جتنا چھانو کرا جس قدر فکر کرو گدلا۔ کاوش و تفتیش ہے وہم کو

ترقی ہوتی جاتی ہے ہوتا ہواتا کچھ بھی نہیں - میں ایک انگریزی اخبار کا مدتوں سے سبسکرائبر ہوں - اسمیں جہاں اور مضامین ہوتے ہیں ایک کالم برتھس میرج اینڈ ڈتھ (پیدائش شادی بیاہ اور موت) کا بھی ہوتا ہے تو میں اوبد اکر اموات کو اکثر دیکھا کرتا ہوں اس خیال سے کہ انگریزوں نے فن طبابت میں بڑی ترقی کی ہے دیکھیں ان لوگوں کی زندگی کتنی دراز ہوتی ہے میں سچ کہتا ہوں میں نے تو آج تک ان لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں وہی ساٹھ ستر برس گھسیٹ کر علی الاکثر ہم بھی مرتے ہیں یہ بھی مرتے ہیں - ہاں جس نزاکت سے یہ لوگ مرتے ہیں وہ البتہ عجیب ہے -

شاید لارڈ ڈزی گورنر بمبئی کی بیبی کا مذکور ہے کہ وہ ہیضہ کر کے مریں - ان کے مرے پیچھے اس کی تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیضہ کیا - ان لوگوں میں یہی تو بڑی صفت ہے کہ ہر ایک واقعے کے سبب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں - بے شک یہ تحقیقات اُن مرنے والی کے حق میں تو کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی تھی - مگر بعد الوقوع بہت سے اسباب دریافت ہوتے ہیں انسداد پذیر اور اُن سے باقی ماندگان نے بڑے بڑے فائدے اٹھائے ہیں ہزاروں جانیں مرگ بے ہنگام سے محفوظ رہیں - ہماری طرح نہیں کہ روئے دھوئے تقدیر پر صبر شکر کر کے بیٹھ رہے - غرض لیڈی صاحبہ کے مرے پیچھے تحقیقات ہونے لگی کہ اُنھوں نے کیوں ہیضہ کیا - آخر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ہوس میں جس گھوسی کے یہاں سے چائے کے لیئے دودھ آتا تھا اُس کی بھینسیں کسی گانو کے تالاب میں پانی پینے جایا کرتی تھیں اور ان لیڈی صاحبہ کے مرنے سے کوئی دو یا تین مہینے پہلے اس گانو میں چند آدمی ہیضے سے مرے تھے - اول تو سرے سے ہیضے کے متعدی ہونے ہی میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہے - اور کوارنٹاین کے بارے میں اسپر بڑی بحث ہو چکی ہے - مگر خیر ہم ہیضے کو کنیٹجس (متعدی) مانے لیتے ہیں تو اب ذرا اس تسلسل کو دیکھیئے کہ ایک گانو میں چند آدمیوں نے ہیضہ کیا - مہینوں پیچھے اُن کے ہیضے کا اثر تالاب میں آیا - پھر تالاب سے پانی میں - پھر پانی سے بھینسوں میں پھر بھینسوں سے دودھ میں - پھر دودھ سے لیڈی صاحبہ میں - خیر لیڈی صاحبہ تو بڑی آدمی تھیں - ان کو ہیضے کی ریشہ دوانیاں پہلے سے معلوم ہوتیں تو وہ شاید اس کا انسداد کر بھی سکتی تھیں مگر یہ تو فرمایئے کہ ہم جیسے غریب آدمیوں سے بھی ایسا تحرز ممکن ہے - ہرگز نہیں - لیکن جیسے تحرز ممکن نہیں ویسے ہی خدا کے فضل سے ہم چھوئی موئی بھی نہیں - مجھ کو اگر ان بھینسوں کا دودھ پینے کو ملا ہوتا تو مرنے کی جگہ پی پی کر ایسا موٹا ہوا ہوتا کہ پہچان بھی نہ پڑتا - اب تو یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ یہی پانی جس کو پیتے اور یہی ہوا جس کو ...

اور جن پر ہر ایک ذی حیاۃ کی زندگی کا مدار ہے۔ ان میں بھی زہر گھلا ہے۔ پیا اور مرے سانس لیا اور مرے۔ ہوئے ڈاکٹروں سے لڑے کون۔ بیشک جو یہ فرماتے ہیں بجا اور جو یہ تجویز کرتے ہیں درست۔ مگر زمین و آسمان کے درمیان سے کدھر نکل جائیں کہاں جا کر بسیں۔ غرض ڈاکٹروں نے بات بات میں بال کی کھال نکال نکال کر زندگی کو ورتھ لونگ (جینے کے قابل) نہیں رکھا۔ تو جہاں اور نئی نئی بیماریاں چل پڑی ہیں اسی طرح سنا تھا کہ ڈراپسی (استسقا) ایک بیماری ہوتی ہے۔ جتنا پانی پئے جاؤ اور پیاس لگتی چلی آتی ہے۔ پھر اس کی قسمیں سنی تھیں کہ زقی ہوتا ہے لحمی ہوتا ہے اور شاید اور بھی قسمیں ہوں۔ مگر ان دنوں ایک نئی قسم کا استسقا چلا ہے استسقا درمی کہ آدمی اپنے لیئے نہیں دوسروں کے لیئے روپیہ جمع کرتا ہے اور جس قدر روپیہ جمع کرتا جاتا ہے اس کی حرص بڑھتی جاتی ہے۔ اس مرض کا اگر اسکو مرض سے تعبیر کیا جائے نشو و نما اس طرح ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے پر اپنی رحمۃ عامہ کا پرتو ڈالتا ہے ع خاص کند بندہ مصلحۃ عام را۔ وہ سب سے پہلے اپنی قوم کی حالۃ پر نظر کرتا پھر دوسری قوموں کی حالۃ سے اس کا مقابلہ کرتا اور اپنی قوم کو پاتا مفلس بے ہنر بے وقعۃ کاہل جاہل انسانیۃ سے دور حیوانیۃ سے نزدیک اور وہ قوم کی مصیبۃ کو دیکھ کر بے قرار ہوتا اور اسکے دفع کرنے کی تدبیر کرچلتا۔ چونکہ قوم کی حالۃ کو قوم ہی کی کوشش درست کر سکتی ہے وہ قوم کو ملامۃ کرتا اور قوم کے لیئے قوم سے لڑتا۔ اس مرض کا اصلی نام تو ہے رفارم اور استسقا درمی جس کا میں نے تذکرہ کیا اسکے لوازم میں سے ہے۔ ہمکو خدا نے نہ تو رفارمروں کے سے دل دیئے نہ ان کا سا درد نہ ان کی سی ہمۃ نہ ان کا سا استقلال۔ ہم کسی رفارمر کے کام کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ پس میں اس مدرسے کے ریل ورتھ (اصلی اندازہ) کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ میں پروفیشنل مین (طبابۃ پیشہ) نہیں مجکو اس مدرسے کی ریل ورتھ کے جانچنے کی لیاقۃ نہیں۔ ہاں ظاہر کی اوپری چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کی نسبۃ میں کچھ رننگ ریمارکس (بیان سرسری) کر سکتا ہوں۔ مدرسوں کی کامیابی خاص چند باتوں سے جانچی جاتی ہے سب سے پہلے مالی حالۃ کیونکہ تمام کامیابیاں متفرع ہیں ابعض منقوش پر۔ فنڈز نہ ہوں تو کسی کی حکمۃ بھی پیش نہیں جاتی۔ سو خدا کا فضل ہے کہ مدرسے کی مالی حالۃ اگرچہ عبد المجید خاں کے آئیڈیل سکول پر نظر کرتے تو پیاسے کے لیئے اوس ہے مگر قوم کی حالۃ کے اعتبار سے غنیمۃ ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ مجکو اس مدرسے کے فنڈز کی طرف سے کبھی بھی تردد نہیں ہوا۔ ہمارے حکیم صاحب کو عمل مقناطیسی ہی ایسا یاد ہے کہ ذرا دبا کر اس سے کام لیں تو روپیہ آپ سے آپ گھسٹا ہوا چلا آئے۔ چندہ بھی تو آدمی ہی دینگے اور آدمی بھی با مقدور۔ اور گو یہ لوگ

مدرسے کی قدر نہ بھی کریں اپنی زندگی اور تندرستی کی تو سب سے زیادہ قدر کرتے ہیں اور آدمی ہیں تو بائشل (ثنائی)
بھی ہیں اور بائل ہیں تو کبھی نہ کبھی حکیم صاحب کے قابو میں آئیں گے ضرور بشرطے کہ مجھ جیسے گراں جاں نہ ہوں
مگر نہ کوئی میری طرح وقت اور عادۃ کو ضبط کرے گا اور نہ اس عمر میں اتنا کرارا ہوگا حتیٰ کہ ماشاء اللہ چشم بد دور
نہیں ہوں۔ ہمارے ہاں روگی ہونا تمغاے امارۃ ہے۔ موجبات ترغیب جو خدا نے امیروں کو دے رکھے
ہیں وہ ان کو زرسٹ (مدافعۃ) کر نہیں سکتے اور ان کا بیمار ہونا بلکہ بیمار رہنا تعجب کی بات نہیں بلکہ ان کا
تندرست رہنا بلکہ مطلق جینا تعجب کی بات ہے۔ غرض فنڈز کے جمع ہونے میں دیر ہو تو ہو وہ بھی اس سے کہ
عبد المجید خاں صاحب اس رسی کو ڈھیلا چھوڑے رہیں مگر فنڈز تو جمع ہوں گے اور ضرور جمع ہوں گے اور
خاطر خواہ جمع ہوں گے۔ فنڈز کا جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں فنڈز کا ہینڈل (ضبط و انتظام) کرنا البتہ مشکل ہے
اور وہ عبد المجید خاں صاحب کا کام ہے۔ بیشک سب سے زیادہ ان ہی کو زحمت ہے مگر جیسی زحمت ہے ویسی ہی
ناموری ہے ویسا ہی اجر عاقبت ہے بشرطے کہ نیت بخیر ہو۔ اور چشم بد دور ان کے استغنا سے ظاہر ہے کہ
نیت کے بخیر ہونے میں تو ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ فنڈز کے بارے میں عبد المجید خاں صاحب کی سلمہ خدا
کے علاوہ حکام کی توجہ بھی اطمینان کا بڑا ذریعہ ہے ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند
تمام تر کوششیں ایک طرف اور ان کا برسویں دن تھوڑی دیر کے لیئے شریک ہونا ایک طرف۔ اگرچہ سمجھنے والوں
کو اتنا اشارہ بھی بس کرتا تھا کہ یہ مدرسہ نافع اور مفید اور ضروری نہ ہوتا تو یہ بڑے بڑے حاکم شریک جلسہ ہونا
کیسا ادھر کو رخ بھی تو نہ کرتے۔ مگر سب گھوڑے ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ بعض نے تو دیکھا کہ اگاڑی پچھاڑی
کھولی گئی اور سمجھ گئے کہ چلنا ہے اور بے عذر چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ بعض زین کے کسنے سے پہچان جاتے
ہیں۔ بعض رکاب میں پانو رکھنے سے۔ بعض باگ کے اشارے کے منتظر ہوتے ہیں۔ بعض ٹکاری کے بعض
ایڑ کے بعض ایڑ اور ٹکاری دونوں کے۔ بعض چابک کے اور بعض شاید اوگھی کے۔ مقصود تو یہ ہے کہ ٹٹو چلے
مگر کیونکر چلے یہ ہانکنے والے کے امتیاز پر موقوف ہے۔ سرکار کو کام ہی ایسی رعایا سے پڑا ہے جن کو اپنے نفع
نقصان کی بھی تمیز نہیں۔ اگر واقع میں سرکار کو ہم لوگوں کی حالت درست کرنی ہے تو لا دے لدا دے لادنے
والا ساتھ دے یعنے آپ ہی سوچے کہ ہمکو کیا درکار ہے۔ اور آپ ہی اس کا سامان بھی مہیا کرے۔ رہے ہم ہماری
یہی بڑی کارگزاری ہے کہ ہمیں اڑنگے نہ لگائیں۔ اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ بھلا بے سرکار کے کیئے ستی
کی رسم اس ملک سے موقوف ہوتی۔ ہرگز نہیں۔ بے سرکار کے کیئے دختر کشی کا انسداد ہوتا۔ ہرگز نہیں۔

بے سرکار کے کیئے چیچک کا ٹیکہ رواج پاتا۔ ہر گز نہیں۔ اِن ہی چند باتوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہم لوگ اپنی زندگی اور تندرستی کی کہاں تک حفاظت کرنے پر آمادہ ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سرکار نے طب جیسی ضروری چیز کو جو زندگی کا مدار اور تندرستی کا موقوف علیہ ہے کیوں ایسی خراب حالت میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہاں واٹر ورکس کے اہتمام ہوتے ہیں جب لوگ کسی مرض وبائی سے مرنے لگتے ہیں تو حلال خوروں کی فوج گلی کوچوں میں صبح و شام اپنی ڈرل (قواعد) کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ سرکار نے پینل کوڈ کے جاری کرنے سے جسم و جان کی پوری پوری حفاظت کر دی ہے مگر کچھ خبر بھی ہے کہ طب کی بد انتظامیوں سے کتنی جانیں ضائع اور کتنے خون ہدر ہوتے ہیں جس طرح لوگوں کے مزاجوں میں خفیف سے ہرج مرج کا پیدا ہونا کچھ بڑی بات نہیں۔ اور مرض کے اشتداد پکڑے پیچھے مریض کا ہلاک ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں۔ یہی تو وہ کام ہے جس کا بیڑا عبد المجید خاں نے اُٹھایا ہے تو ان کو کافی مدد کیوں نہ دی جائے۔ اے وہ عبد المجید خاں کا آئیڈیل سکول نہ سہی۔ نری طب یونانی ہی ایسی کہاں کی گئی گزری ہے۔ اب تک تو طب انگریزی اُس کو شیکی (استنزلزل) کر نہیں سکی اور شیکی کرتی ہوئی معلوم ہوتی بھی نہیں۔ اب بھی سو میں شاید ننانوے آدمی اُس کے گرویدہ ہیں۔ اور سُنے سُنائے گرویدہ نہیں بلکہ سیکڑوں برس کے متوارث تجربے کے بعد گرویدہ ہوئے ہیں۔ تو جب طب یونانی کی جڑ ایسی مضبوط ہے کہ وہ کسی کے اکھاڑے اکھڑ نہیں سکتی اور وہ جیسی مفید ہے ویسی ہی اصلاح طلب بھی ہے۔ تو اسکی اصلاح گورنمنٹ کا عین فرض ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ نے رعایا کی ہر طرح کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے۔ از ان جملہ رعایا کی ہلتھ (تندرستی) کی بھی حفاظت اپنے ذمے لی ہے تو کچھ مفت نہیں لی اسکے بدلے ہم خراج بھرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں اور باوجودے کہ سرکار ہماری ہموطن نہیں ہمقوم نہیں ہم مذہب نہیں ہزاروں کوس دور بیٹھے ہم اُسکی جَے مناتے ہیں۔ کم سے کم اتنا تو چاہیئے کہ گورنمنٹ اِس سکول کو رکگنائز (تسلیم) کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر ہوں یا ویٹنری اِمتحان دے کر ڈپلومہ حاصل کرتے پھر اُن کو سرکاری نوکری مل جاتی اور کام پر مسلط ہوتے ہی لوگ بے تامل اُن سے علاج کرانے لگتے ہیں۔ ہمارے اِن طالب العلموں کو یہ مشکل درپیش ہے کہ پڑھا بھی اور مطب بھی کیا امتحان بھی دیا پاس بھی ہوئے اور شاید تمغے اور انعام بھی پائے اور آخر میں سند بھی ملی مگر چونکہ وہ سند سرکاری سند نہیں اُس میں اُن کے پُش کرنے (آگے بڑھانے) کی قوۃ نہیں۔ اِن بیچاروں کو دوہری مصیبت ہے۔ امتحان کا پاس کرنا ایک مصیبت اور امتحان کے پاس کیئے پیچھے پریکٹس (مطب) کا جمانا دوسری مصیبت۔ امتحان کا پاس کرنا

اور اسی طرح خفیف سے مرض کا علاج کی بے تدبیری سے اشتداد پکڑ جانا کچھ بڑی بات نہیں ۱۲

تو پھر بھی اختیاری بات ہے۔ مگر پریکٹس کا جمانا لوگوں کے دلوں میں اپنی عقیدۃ کا بٹھانا محض بخت و اتفاق پر موقوف ہے مگر یہ کہ خوش نصیبی سے وہ شخص طبیب زادہ ہو لیکن طبیب زادہ ہو کر اُس دشمن عقل نے پڑھنے کی تکلیف بھی ناحق ہی کی وہ نہ پڑھتا تو بھی طبیب مانا جاتا۔ اور یہ جو بیسٹو ڈاکٹر بلا ڈپلومہ اپنا پریکٹس آسانی سے اسٹیبلش (قائم) کر لیتے ہیں۔ اور تمام شہروں میں یوماً فیوماً اُن کی کثرۃ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسمیں کچھ ان کا کمال نہیں یہ دواؤں کے انگریزی ناموں کا شرف ہے۔ طبابۃ کی بھی کیا ہی مٹی خوار ہے۔ ہزار ہا آدمی ابھی تک گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک چڑھاوے اُتارے چھو منتر کے طبی خواص کے معتقد ہیں۔ ان کو پانی کی جگہ اکوا اور بوند کی جگہ ڈراپ کہہ کر پھسلا لینا کیا بڑی بات ہے۔ ہاں پانی کو پانی اور بوند کو بوند کہیں اور پھر بیماریاں کو ہم سے توڑے جائیں تو جانیں۔

فنڈ کے بعد سکول کی کامیابی کا ٹسٹ (معیار) ہے۔ طالب العلموں کی تعداد اُن کا اوسط حاضری اُن کا نتیجہ امتحان۔ سو اگر یہاں کے طالب العلم عمدہ طبیب ہو کر نکلتے ہیں تو اُن کا شمار کم اور بہت کم ہے۔ اور اگر نیم حکیم بن کر نکلتے ہیں تو ان کا شمار زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اور اسکے فیصلے کو ہم تین چاہئیں ٭

تمّت

مختصر فہرست کتب دوکان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی دریبہ کلان سنہ ۱۳۱۲ھ

نام کتاب	قیمت
تفسیر عزیزی پارہ عم مع تفسیر سورۂ فاتحہ	عہ
تفسیر مرادیہ پارہ عم	۱۴ار
تفسیر سورۂ فاتحہ	۲ر
تفسیر قادری - اردو کشوری	للعہ
تفسیر سورۂ یوسف مصری	۶ر
تفسیر سورۂ بروج اردو	۶ر
گلشن رحمت تفسیر سورۂ فاتحہ نظم اردو	۱ر
چہل حدیث مترجم	۰ر
تحفۃ الاخیار یعنی مشارق الانوار	للعہ
تفسیر سورۂ نوح صلعم	۴ر
شرح وقایہ اردو	عار
صبح کا ستارہ اردو	۲ر
رسالہ تجہیز تکفین	۱ر
حیرۃ الفقہ اردو	۱ر
زاد المسلمین اردو	۳ر
آخوندوں کی شادی	۱ر
شرح محمدی اردو	۲ر
مفتاح الجنۃ	۳ر
تقویۃ المسلمین	۱ر
تحفۃ الطالبین مترجم کشوری	سے
مولود مرآۃ المحمود مع ریاض النور	
عورتوں کی زبان میں حکایت ہے	۴ر
منظور غوثیہ احوال حضرت محبوب سبحانی رحمہ اللہ	۱ر
نزول رحمت نظم حالات معراج	۱ر
مولد الحبیب حصہ اول	۲ر
ایضاً حصہ دوم	۱۰ر
ذکر شاہ انبیاء	۴ر
مولد تحفۃ الاخیار	۵ر
مجموعہ نجم الضیاء	۲ر
مولد نیر عرش نظم و نثر	۱ر
مولد تحفہ صادق معروف بہ شفیع	
ناطق نظم و نثر قابل تحسین	۳ر
نظم قادریہ حالات جناب پیران پیر	۳ر
مولد بزم میلاد	۱ر
آئینہ مغفرت معروف بہ جام کوثر	۳ر
باغ رسول صلعم	۲ر
آئینہ شفاعت	۱ر
مولد لطیف	۳ر
مولد رحمت الرحیم	۴ر

نام کتاب	قیمت
مولد روضۃ الرحیم	۵ر
میلاد محمدی صلعم	۳ر
مولد بہاریہ	۲ر
مولد بہار جنت معروف منظر النور	۰۲
مولد فضائل عرش	۱ر
روضۂ جنت و نوید جنت	۰ر
وسیلۂ جنت	ـر
مولد شہیدی	۳ر
راہ جنت	۳ر
سنبلستان رحمت	۴ر
اذکار محمدی صلعم	۳ر
زیارۃ العارفین	۲ر
گلزار ولادت	۴ر
میلاد رسول صلعم	۰ر
اخبار النبی مولد عربی مع ترجمہ اردو بہت عمدہ ہے	۴ر
چہل معجزہ	۱ر
الکلام المبین یہ معجزوں میں ہے	۶ر
مجموعۃ البرکات	۲ر
مجلس گیارھویں	۳ر
مولد مصطفےٰ صلعم	۲ر
مخزن نعت نعت میں عمدہ ہے	۳ر
روضۃ النعیم	۰۵
مجموعہ معجزات	۰۲
معراج نامہ منظوم کلاں	۰۲
مجمع الحسنات بہت عمدہ کتاب ہے	عہ
اختر مدینہ	۲ر
تنبیہ قیامت	۱ر
ناصر العاشقین	۱ر
مولد شریف بہار ولادت مع رسالہ نماز کا پھل	۱۰ر
راحت القلوب فی ذکر المحبوب	۴ر
بہار جنت	۲ر
مولود غلام امام شہید	۳ر
مولود جدید	۰۳
مولود شاہ عبد القادر جیلانی رح	۰۲
مدح مرغوب	۰۲
مدح پیغمبر صلعم	۱ر
کلام المحمود	۳ر
چراغ ایمان	۳ر
مولود کحل البصر	۲ر
مجموعہ صبح ازل شام ابد	۰۲

نام کتاب	قیمت
تحفۂ فقیر	۱ر
اعجاز علی و مناقب حضرت علی	۳ر
اعجاز غوثیہ	۲ر
حمد و نعت	۰ر
گلزار اعجاز	۱ر
مولود آب کوثر	۱ر
مولود خیر البشر	۱ر
رضوان نعت	۱ر
دیوان لطف	۲ر
دیوان قاسم در نعت	۲ر
عناصر الشہادتین	۹ر
سعادت الکونین فی فضائل الحسنین صلعم	۱۴ار
فردوس آسیہ	عہ
جنگ نامہ کربلا	۵ر
جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ	۳ر
جنگ نامہ محمد حنیف	۳ر
دہ مجلس	۱۱ر
دہ مخزن	ھہ
چراغ کعبہ	۱ر
مولود زیور ایمان	۵ر
گلبن نعت	۱ر
جنت کی کنجی	۰۲
دیوان لئیق بوستان نعت	۲ر
ذکر الشہادتین	۴ر
رمز الشہادتین	۳ر
گلدستہ ماتم	۶ر
شہادت نامہ	۰ر
عقاید الاسلام	۱۴ار
چشمۂ فیض	۱۰ر
گلزار جنت	۲ر
گلزار بہشت	۲ر
مجمع البرکات	۲ر
مولود سعید البیان	۲ر
مولود خوان رحمت	۵ر
توجہات حصہ اول	۲ر
ایضاً حصہ دوم	۰۳
توجہات کلاں	۴ر
انصاف شاہ ولی اللہ صاحب رح	۶ر
تنویر العینین مع ترجمہ اردو	۰۲
فتاوے میلاد	۱ر
معیار الحق	عہ

نام کتاب	قیمت
تجہیز زنان	۳ر
حقیقہ مذہب اردو	۲ر
بوستان ہدایت	۰۲
اذکار الہدے مولود مصطفےٰ	۰۴
گلزار ولادت	۰۱۱
حزب المقبول	۰۴
مجموعہ خطب - انصاری	لہ
مجموعہ درود اردو	۰۴۸
مجموعہ وظائف مترجم	۲ر
فضائل درود و سلام	۱ر
فضائل بسم اللہ	۲ر
وسائل البرکات	
دلائل الخیرات کاغذ ولایتی مترجمہ	۸ر
جواہر خمسہ اصلی حصہ اول مطبع مجتبائی	۵ر
سراج السالکین مسائل میں بڑی عمدہ کتاب ہے	۷ر
مقاصد الصالحین	۳ر
حکایات الصالحین	۴ر
مکتوبات حضرت معصوم	۱۳ر
مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رح	عہ۳
کمالات عزیزی	۱ر
معین الناصحین ترجمہ انیس الواعظین	۴ر
ارشاد الطالبین فارسی	عہ
القسر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل فارسی میں ہے	۱ر
سرچشمہ رحمت تصوف میں جامع کتاب ہے اور اردو زبان سے	۸
مفید الاحناف یہ بھی ایک عمدہ رسالہ قابل دید ہے	۱ر
الدر المنظوم ترجمہ ملفوظ المخدوم اردو کامل در دو جلد	عہ
مبدأ و معاد مع اسرار الصلوٰۃ	۴ر
دیوان فارسی خواجہ میر درد رح	۸ر
دیوان اردو خواجہ میر درد رح	۴ر
علم الکتاب تصوف میں نہایت عمدہ ہے جو آجتک نہیں چھپی فارسی	۵ر
بستان المحدثین مؤلفہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ یہ کتاب بھی عمدہ ہے	۵ر